

آقائے قوم

قدوة العلماء غفران مکان طاب ثراہ

سید مصطفیٰ حسین نقوی اسیف جاسی (مدیر ماہنامہ 'شعاعِ عمل' لکھنؤ)

جناب غفرانمآبؒ نے جب مذہب کو خطرہ میں پایا تو بے خطر اپنے تئیں تبلیغ حق کے لیے نذر کر دیا۔ اور سیکڑوں کتابیں جو عماد اسلام ہی نہیں عمود اسلام ہیں تصنیف فرما کر کفر و الحاد و ارتداد کے سیلاب کو روکا۔ حضرت قدوة العلماء نے باوجود غفرانمآبؒ سا سازگار اور مساعداً وقت نہ پانے کے بلکہ اس کے برعکس مخالف ماحول پانے کے احیائے ملت جعفریہ کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا زمانہ شاہان اودھ کا زمانہ تھا اور قدوة العلماء کا زمانہ برٹش نظام کے مطابق جمہوری دستور کا دور دورہ تھا۔ ہر چیز مشاورتی عنوان سے طے اور جمہوری نظام کے مطابق چلتی تھی۔ اسلام "شاوہم فی الامر" کا حکم تو دیتا تھا مگر ایسے مشورے کو تابع حکم شریعت کرتا تھا۔ جناب قدوة العلماء نے اسی معیار پر آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور اس کا اساسی اصول یہ رکھا کہ اس کانفرنس کی کوئی تجویز یا اس کا کوئی عمل خلاف شریعت اور منافی احکام شرعیہ نہ ہوگا۔ ۱۹۰۷ء میں یہ اساسی اصول ڈالا گیا اور اب تک یعنی ۱۹۶۳ء تک نہیں بدلا۔

سلسلہ نسب پدری:

قدوة العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب مجتہد بن

دنیا میں بہت سے لوگ کچھ کر گزرتے ہیں اور کچھ لوگ بہت کچھ کر گزرتے ہیں۔ انہیں بہت کچھ کر گزرنے والوں میں سے معمار قوم، محیی الملت، آیۃ اللہ العظمیٰ السید کلب صادق النقوی اکمل جاسی المعروف بہ قدوة العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد کی ذات والا صفات تھی۔ جنہوں نے فرائض منصبی و ترقی ملت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرفان خودی کے تحت بہت کچھ کیا۔

فخر قوم خان بہادر مولوی سید کلب عباس نقوی جاسی (سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس) ہفتہ وار 'پیام نو' لکھنؤ کے عہدۃ العلماء نمبر میں صفحہ ۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "جناب قدوة العلماء مولانا آقا حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ کو بجا طور پر محیی ملت کہا جاسکتا ہے۔ غفرانمآب علی اللہ مقامہ محیی مذہب جعفریہ تھے اور جناب قدوة العلماء محیی ملت جعفریہ تھے۔ دونوں گوشہ نشین، مگر اپنے انوار تبلیغ و ارشاد سے مطلع انوار ہدایت ہوئے۔ دونوں کی سادہ زندگی اور فرشتہ خصلتی دنیا کے لیے نمونہ عمل بن گئی۔ دونوں میں اخلاقی جرأت اور بے حراس تبلیغ حق کی قوت عملی اس پایہ کی تھی کہ اس کے لیے انہوں نے اپنی زندگی وقف کر دیں۔

پیدا ہوئے۔

اسلاف قدوة العلماء:

سید الادباء مولانا سید باقر شمس (صاحب تاریخ لکھنؤ) تحریر فرماتے ہیں کہ ”بنی ہاشم خصوصاً خاندان رسالت ہمیشہ علم اور شجاعت دو جوہروں کا مالک تھا اور یہ دونوں جوہر آج تک قدرتی وراثت کے طور پر ہمیشہ منتقل ہوتے رہے۔ بیشک ان کے ظہور کے موقع مختلف تھے جب تقیہ کی گھٹائیں چھائیں، زبان اور قلم پر پہرے بیٹھے تو علم سینوں کے اندر چراغ زیر داماں کی صورت مخفی رہا اور رسپاہیانہ زندگی کے پردے میں شجاعت نے اپنے جوہر دکھلائے۔ لیکن جب امن و امان کا آفتاب نکلا اور تقیہ کا پردہ ہٹا تو وہ علمی جوہر جو تغافل زمانہ کے ہاتھوں قوت و استعداد کے پردے میں پنہاں تھا۔ فعلیت کے معرض میں آیا اور وہ پھر وہ جلوہ گرمی دکھائی کہ عالم بھر کی نظریں خیرہ ہو گئیں۔“

نقوی سادات کے اس مقتدر خاندان کی تاریخ دو دوروں میں منقسم ہے۔ خلافت عباسیہ کا وسطی زمانہ اور غیبت صغریٰ کے بعد غیبت کبریٰ کا ابتدائی عہد، سادات کی مخالفت میں ظلم و ستم کے سمندر کی کوہ پیکر لہریں، جبر و استبداد کی گھٹائیں اٹھی ہوئی آپس میں، سادات کا بیڑہ اور وہ بھی بے ناخدا، اس عالم میں مظلوم سادات کے لیے علمی مظاہروں کا کیا امکان تھا؟“

امام علی نقی علیہ السلام کے بعد انکی اولاد پر سامرہ کی زمین تنگ ہو گئی تھی، جعفر کے بعد طاہر اور پھر محمد نے کسی نہ کسی طرح اپنی وضع نباہا۔ اور اس سر زمین سے جدانہ ہوئے

مولانا سید کلب عابد بن مولانا سید کلب حسین جائسی بن رئیس العلماء مولانا السید ولی محمد حسین صاحب قبلہ جائسی مجتہد بن مولوی سید علی سجاد بن ملا سید فصیح اللہ بن ملا سید یوسف علی (استاد بہادر شاہ ظفر) بن ملا سید عصمت اللہ (صدر الصدور دہلی) بن ملا سید لطف اللہ بن مولوی سید بدیع الزماں بن میر فتح اللہ بن سید ارشد بن سید سلیمان بن سید زکریا جائسی (فاتح دوم نصیر آباد) بن سید خضر بن سید تاج الدین بن قاضی سید نصیر الدین جائسی (فاتح اول پٹاکپور یعنی نصیر آباد) بن سید علیم الدین بن سید علم الدین بن اشرف الملک نواب سید شرف الدین متوفی ۱۲۲۴ھ (والی علاقہ جائس) بن اشجع العصر فقیہ الاسلام علامہ ملا نواب نجم الملک سید نجم الدین سبزواری فاتح جائس متوفی ۱۰۲۷ھ (المدفون بارس بنارس) ابن سید علی بن سید ابوالعلی بن سید ابوالعلی بن سید محمد بن سید ابوطالب حمزہ، بن سید محمد طاہر ثانی بن شاہزادہ سید طاہر عراقی بن سید ابو عبد اللہ جعفر ثانی بن امام دہم حضرت علی نقی علیہ الصلوٰۃ والسلام

سلسلہ نسب مادری:

قدوة العلماء سبط عمدة العلماء صدر الشریعة آیتہ اللہ فی الانام سید محمد ہادی مجتہد بن شریعتدار آقا السید مہدی مجتہد بن محی الملک والدین مجدد اکبر بر صغیر مجتہد اعظم ہند مولانا السید دلدار علی نقوی نصیر آبادی غفرانماہ رحمہ اللہ۔

ولادت:

جناب قدوة العلماء (تاریخی نام افتخار ۱۲۸۲ھ) ۶ ربیع الاول ۱۲۸۲ھ ۱۸۶۵ء کو بمقام لکھنؤ

لیکن ۲۱ رمضان ۲۹۲ھ کو آپ کا انتقال ہوا۔ اور ابوطالب حمزہ کو سامرہ چھوڑ کر ایران جانا پڑا جہاں انہوں نے ۲ ربیع الاول ۳۱۰ھ شیراز میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ ان کے بیٹے سید ابوالعلی محمد نے سبزوار میں جا کر قیام کیا اور وہیں ۲۸ صفر ۳۳۰ھ میں پیوند خاک ہوئے۔ اس کے بعد سے یہ شجرہ طیبہ سبزوار ایسے دارالایمان میں پھلتا پھولتا رہا۔ یہاں تک کہ کئی طبقے نسل کے وہیں پیدا ہوئے جن میں سے اکثر صاحبان علم دین گذرے ہیں۔

فقہ عصر نواب نجم الملک سید نجم الدین سبزواری ”فاتح جائس“

صاحب تذکرۃ العلماء تحریر فرماتے ہیں کہ ”سید نجم الدین سبزواری منسوب بہ بلدہ سبزوار کہ اشہر بلاد امامیہ است از امرائے سلاطین غزنویہ بود و بہ عزم نصرت سید سالار مسعود غازی بہ ہندوستان آمدہ۔ قلعہ ودیا نگر را مسخر فرمود و آن موسوم بہ ”جائے عیش“ شد کہ الحال ”جائس“ گویند۔“ صاحب تذکرۃ السادات نے نواب نجم الملک کو ”یکے از اقلیاء زمانہ بودند“ کہا ہے۔

جناب شمس صاحب رقمطراز ہیں کہ ”سید نجم الدین سبزواری اپنے زمانہ کے علامہ روزگار، فقہ اور ساری رات مصروف عبادت رہنے والے متقی اور مشہور آفاق نبرد آزما، شجاع و بہادر تھے۔ کہ ان کی نظیر چشم فلک نے آج تک نہیں دیکھی۔

سالار مسعود غازی کی نصرت و مدد کے سلسلہ میں

سبزوار چھوڑ کر ہندوستان آئے اور بتاریخ ۱۷ رجب المرجب ۴۲۰ھ مطابق ۱۰۲۷ء قلعہ ودیا نگر کو مسخر کر کے اس کا نام ”جائے عیش“ رکھا جو کثرت استعمال سے جائس مشہور ہو گیا۔ اس وقت سے یہ قصبہ سادات نقویہ کا مسکن ہوا۔“

سید نجم الدین کا سلسلہ مجاہدات فتح جائس کے بعد بھی قائم رہا۔ آپ نے اپنی فتوحات سے ظلمتکدہ ہند میں جابجا توحید کے چراغ روشن کیے۔ یہاں تک کہ ۱۰۲۷ء کے اواخر میں مشہور شہر بنارس میں عین جنگ کی حالت میں شہید ہوئے۔ قبر اس وقت بھی زیارت گاہ خواص و عوام ہے۔ نجم الملک کے بیٹے اشرف الملک سید شرف الدین بہادر باپ کی آغوش کے تربیت یافتہ خود بھی ایک ذی علم شجاع اور باہمت شخص تھے۔ فتح جائس کے بعد وہاں کی حکومت بھی باپ کی جانب سے انہیں کے نامزد ہوئی لیکن افسوس عمر نے وفانہ کی اور باپ کے بعد صرف پانچ سال زندہ رہ کر ۲۲۵ھ مطابق ۱۰۳۲ء میں وفات پائی۔ ان کی اولاد نے بھی اپنے بزرگوں کے طرز عمل کے مطابق سپاہیانہ زندگی بسر کی اور ایک عرصہ سے جائس ہی اس خاندان علم و ہنر و شرف و نجابت کا مرکز ہے۔

دارالعلماء والشعراء ”جائس“

جائس کے مایہ صد نازش و افتخار فرزند سید الواعظین، ملک الناطقین، شمس العلماء، امیر الادباء والشعراء، کلیم اہلبیت، خطیب اعظم، شیر اودھ علامہ سید سبط حسن

نقوی فاطر جاسی اعلیٰ اللہ مقامہ (متولد ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء متوفی ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۹۳۵ء نے اپنی فارسی مثنوی ”نقش اول“ میں (جسے مرحوم نے چودہ برس کے سن میں تصنیف فرمایا تھا) اپنے محبوب وطن جاس کی توصیف میں جسے ۱۳۶ھ مطابق ۱۵۲۹ء میں مشہور و معروف بطل جلیل ابوالفضل مہاکوی ملک محمد جاسی نے ”دھرم استھان“ کہا تھا، فرماتے ہیں:

یکے قصبہ ہست جاس بنام	محل صنایع عالی مقام
ز سادات معمور و آباد ہست	چوسکان خود پاک بنیاد ہست
ہماں جا بہ بزم شہود آدم	ز کتم عدم در وجود آدم
نحوست نیاید در آں مرز بوم	کہ عنقا ست مثل ہما ظلم بوم
عجب خطہ زیر افلاک بود	ز شوب معائب بے پاک بود
کنوں گشتہ از جور گردوں خراب	شدہ منتشر ہجو تصویر خواب
جہاں رشک برداز بلندی آں	غلط کرد دہر ارجمندی آں
تباہی عمل کرد در بام و در	کہ کاخش قناد از قضا و قدر
مگر ہست وصف در آں سرزمین	کہ کمتر بود زیر چرخ بریں
بہ ماہ محرم ہمہ سبز پوش	پی امن حیدر ہمہ جاں فروش
برائے عزائے امام انام	نمائند با حسن نیت قیام
ہمہ مست جام مدام عزا	ہمہ جاں نثاران نام عزا
بود گریہ بر چشم آں فرض عین	بہ دل و احسین بہ لب و احسین
دل شاں ز نقد تولد غنی ست	در آں جاعز ادینی دیدنی ست
خلوص دلی ایں چنین کمتر است	بہ ہر جا غم سبط پیغمبر است
بہ بخشد خدا یم گناہان شاں	ز الطاف افزوں کند شان شاں
ز فرزند و مال و زعز و ز جاہ	بہ باشند دل شاد شام و پگاہ!!

(ماخوذ از سوانح ”خطیب اعظم“، مولفہ ابوالبراعہ علامہ سید ظفر مہدی نقوی گہر جاسی مدیر ماہنامہ سہیل یمن و شارح نبج البلاغہ)

یعنی بلند مرتبہ بڑے لوگوں کا مرکز، سادات سے آباد، بھرا پرا اور اپنے رہنے والوں کی طرح پاک بنیاد، جاس نامی جو ایک قصبہ ہے وہیں میں پیدا ہوا۔ اس سرزمین پر نحوست کا گزرنہ تھا اور وہاں سایہ بوم ظل ہما کی طرح عنقا تھا۔ افلاک کے نیچے یہ عجیب خطہ تھا۔ ہر طرح کی برائیوں سے پاک، جس کا حال اب جو آسمان سے خراب ہو گیا ہے اور جس کا شیرازہ خواب کی تصویروں کی طرح منتشر ہو گیا ہے۔ دنیا جس کی بلندی پر رشک کرتی تھی زمانے نے اس کو پستی میں ڈھکیل دیا ہے اور اس کی شان و شوکت کو حرف غلط بنا دیا ہے۔ قضا و قدر نے اس کی عمارت کو ڈھا دیا ہے اور اس کے بام و در پر تباہی و بربادی کی عمل داری ہے۔

مگر اس خرابی کے باوجود اس سرزمین میں ایک وصف ایسا ہے جو کہیں اور کمتر نظر آتا ہے یعنی یہاں محرم میں سب کے سب سبز پوش ہو جاتے ہیں اور حسین ابن علیؑ پر جاں نثاری کے لیے آمادہ۔ امام انام کی عزا کا حسن نیت سے اہتمام و انصرام کرتے، جام عزا سے سرمست رہتے اور عزا کے نام پر جان دیتے ہیں۔ وہ غم حسین میں گریہ کو فرض عین سمجھتے ہیں، ان کے دل بھی یا حسین کہتے ہیں اور زبان بھی۔ ان کے دل ولائے اہل بیت کی دولت سے مالا مال ہیں اور جہاں جہاں بھی غم سبط نبیؐ برپا ہوتا ہے وہاں یہاں کا سا خلوص کم ہی نظر آتا ہے غرض یہاں کی عزاداری دیکھنے کی چیز

ہے، دیکھنے کی!!!

اللہ ان کے گناہوں کو بخش دے، ان کی عزت و شان میں اپنے لطف و کرم سے اضافہ فرمائے اور وہ ہمیشہ آل و دولت اور جاہ و عزت سے سرفراز و شاد کام رہیں۔!!

(ماخوذ از ”ہمارا جائس“ مصنفہ افتخار وطن

سید کلب مصطفیٰ نقوی جائسی ایڈوکیٹ مرحوم)

منشی صدق حسین صدق جائسی تلمیذ علامہ جلیل

ماکپوری اپنے مسدس ”تاریخ جائس“ میں فرماتے ہیں:

منع فضل و کمال اے جائس اے دارالعلوم

ہے ترے افراد کی دنیا کے ہر گوشہ میں دھوم

کیوں نہ ہو مشہور تو ہندوستان سے تابہ روم

کم نہیں یونان کے خطہ سے تیری مرز بوم

دیکھ کر تاریخ اور سن سن کے افسانے ترے

ہیں ہزاروں اہل دل نادیدہ دیوانے ترے

تیری آبادی میں ہے لطف بہار بے خزاں

تیرے نظارے سے حاصل تاز گئی جسم و جاں

ہے سواد شہر تیرا روش باغ جناں

چشمہ کوثر سے شیریں تر ترا کھاری کنواں

وجہ تسمیہ تری سنتا ہوں سب سے جمیش ہے

میں یہ کہتا ہوں کہ تو دراصل جائے عیش ہے

ہیں محلے تیرے یا بارہ بروج آسماں

تیری گلیاں ہیں کہ نکلی ہے زمیں پر کہکشاں

روشنی مہر تیرے ذرے ذرے سے عیاں

سر بلند اشجار پر ہوتا ہے طوبی کا گماں

پردہ دنیا میں ممکن ہی نہیں تیرا جواب

تیرے باشندے بھی لاثانی ہیں تو بھی لا جواب

ہیں تیرے بارہ محلے خلق میں بارہ امام

ہے اسی نسبت کی باعث تو جہاں میں نیک نام

دو محلوں میں ترے آباد سادات کرام

دس رہے، ان میں مشائخ اور بعد ان کے عوام

یوں تو ہیں سارے محلے ایک سے اک پربہار

ہے مگر ان سب سے بہتر منظر غوری سوار

فتح پٹا کپور

پانچویں صدی ہجری کے وسط میں قاضی سید نصیر

الدین جائسی نے پٹا کپور کو جو جائس سے تھوڑے فاصلہ پر

تھا، فتح کر لیا۔ اسی زمانہ میں ایک مسجد بھی وہاں بنوائی گئی

جس کا مادہ تاریخ ”مقام ابراہیم“ سے ۴۴۰ھ نکلتا ہے۔

جب ۱۲۶۶ھ میں اس مسجد کی از سر نو تعمیر ہوئی تو ”صلیٰ ہذا“

بڑھا کے مصراع تاریخ ”صلیٰ ہذا مقام ابراہیم“ پورا گیا۔

جس کے عدد ۱۲۶۶ھ ہوتے ہیں۔

یہ نہ معلوم ہوسکا کہ قصبہ مذکور پر سید نصیر الدین کا

قبضہ کب تک رہا۔ اور ان کی زندگی ہی میں یا بعد میں کیوں

اٹھ گیا۔ موصوف کی قبر مسجد منارہ جائس میں ہے۔

فتح نصیر آباد

سید زکریا جائسی نے شیر شاہ سوری کے زمانہ

میں پٹا کپور پر ظلم و ستم مٹانے کے لیے دوبارہ حملہ کیا۔ رائے

پر تپ سنگھ یہاں کا ظالم و جابر راجہ تھا اس نے نکل کر مقابلہ

کیا۔ آخر کار رائے پر تپ شکست کھا کر بھاگا۔ سید زکریا

نے اپنا تسلط کر کے وہیں قیام کر لیا اور اپنے جد سید نصیر الدین کے حملے کی یادگار میں اس کا نام نصیر آباد رکھا جو حضرت غفرانما ب کا مولد ہے۔

جب ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست خوردہ ہو کر ایران چلا گیا تو کچھ دنوں بعد جائس میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہمایوں پھر آ رہا ہے۔ پرچہ نویس کے ذریعہ سے یہ خبر شیر شاہی دربار تک پہنچی تو جائس معرض عتاب میں آیا اور اس کے کھود ڈالنے کا حکم ہوا۔ یہ خبر سنکر اہل جائس ”منگرا“ کے بن میں جو جائس سے کچھ فاصلہ پر تھا، قیام پذیر ہوئے۔ اسی زمانہ میں نصیر آباد پر بھی عتاب سلطانی ہوا۔ یہ لوگ نصیر آباد سے قریب ”کٹراڈیہہ“ میں پناہ گزیں ہوئے کچھ زمانے کے بعد جب جانشین بادشاہ کا آباد ہونے کے سلسلہ میں حکم ملا تو سب اپنے اپنے وطن واپس آئے۔ لیکن مشہور زمانہ ”پدماوت“ کے مصنف ملک الشعراء مہاکوی ملک محمد جائسی کو ”منگرا“ کا جنگل اس قدر پسند آیا کہ اسکو عبادت کے لیے منتخب کر لیا اور وہیں عہد اکبری میں عالم فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی توصیف رضا جائسی اس طرح فرماتے ہیں:

اسی جائس ہی کے تھے وہ ملک خوش اقبال
جس نے بھاشا میں دکھایا ہے بڑا اپنا کمال
اب کہ جب ملک میں ہر سمت ہے ہندی کا سوال
دور اندیشی پہ آج ان کی تصانیف ہیں دال
دم سے اس جائسی کے نام وطن روشن ہے
شمع اک ایسی جلادی کہ چمن روشن ہے
اس تمام عرصہ میں علمی کمالات کا جو ہر گویا نذر

تغافل تھا اور شجاعت ہی اپنے کامیاب ترین مظاہرے پیش کر رہی تھی۔ البتہ اگر کسی کو موقع مل گیا تو اس نے اپنا علمی جوہر بھی دکھا دیا۔ چند ایسے حضرات بھی پیدا ہوئے جن کا علمی جاہ و منصب بھی ذکر کے قابل ہے۔ ان میں ایک نام علامہ ملا سید عبدالقادر نقوی جائسی کا ہے جو ۱۱۲۱ھ میں بہادر شاہ اول کے استاد تھے اور آخر میں شاہزادہ مرزا معظم کی تعلیم بھی انہیں کے سپرد ہوئی تھی۔ انہیں کی تعلیم کا اثر تھا جو بعد میں بہادر شاہ کے اعلان تشیع کی صورت میں ظاہر ہوا جس کا ذکر تاریخ کے صفحات پر آج بھی موجود ہے۔ ان کو بارگاہ سلطانی میں اتنا تقرب حاصل ہوا تھا کہ سات لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر عطا ہوئی جس میں تحصیل سلون، رائے بریلی اور ڈلمو شامل تھے۔

قاضی سید بڑے اولاد نجم الدین میں پہلے شخص تھے جو عہد اکبری سے پہلے عہد قضا پر مامور ہوئے۔ پھر علامہ سید حسین (تاج بخش) عظیم منصب پر فائز ہوئے ان کے بعد ملا سید پیارا حسینی (صوبہ دار علاقہ الہ آباد) اکبری حکومت کی طرف سے جاگیر دار ہوئے اور آپ ہی نے جائس میں عزاء امام حسین علیہ السلام کو فروغ دیا۔ اسی خاندان کی ایک شاخ ملا عصمت اللہ صدر الصدور دہلی ہوئے۔ حالت تقیہ میں بسر کرنے کی وجہ سے دینی خدمتوں سے قاصر رہے۔ ان کے بعد ان کے سید نعمت اللہ قاضی القضاۃ کے درجہ پر فائز ہوئے پھر ان کے بیٹے سید قربان علی عہد قضا پر مامور ہوئے۔ ایسے ہی ملا سید عبدالکریم پنج ہزاری منصب پر فائز ہوئے۔ ویسے تو جائس میں اس خاندان نیز دیگر

خاندانوں میں ہزاروں صاحبان علم و کمال گزرے ہیں جن میں ایک ذات سرسید عبداللہ لندنی کی بھی ہے جو مسلمانوں میں پہلے ایسے ریفارمر ہیں جو واجد علی شاہ کے زمانے میں انگلستان گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں ”السہ مشرقیہ“ کے پروفیسر ہوئے۔ رضا جاسی جاسی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس فلک کے نہیں کس جا پہ قمر چمکے ہیں

جا کے لندن میں بھی جاسی کے گھر چمکے ہیں

قدوة العلماء کے اجداد میں ملا سید عصمت اللہ علامہ زمان و صدر الصدور دہلی تھے جن کے فرزند ارجمند ملا سید یوسف علی بہادر شاہ ظفر بادشاہ ہند کے اتالیق تھے جس کے صلہ میں ضلع رائے بریلی میں جناب کو بہت سے دیہات معافی میں ملے تھے۔ ملا یوسف علی کے فرزند ملا سید فصیح اللہ بھی علم و کمال میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کے بیٹے مولوی سید علی سجاد بھی صاحب علم و فضل تھے اور آپ ایسے بلند اقبال و خوش بخت انسان تھے جنہیں اللہ نے ایسا بیٹا عطا کیا جسے زبانوں اور قلموں نے مبلغ عظیم، رئیس العلماء اور مجتہد کہا بھی، لکھا بھی۔ یعنی مولانا سید ولی محمد حسین نقوی جاسی صاحب طاب ثراہ، جنہوں نے تبلیغ اسلام و خدمت قوم میں عمر بسر کی اس وقت جب ذرائع سفر کم اور سست تھے جذبہ ترقی مذہب و قوم کے سبب سفر آپ کا مقدر تھے اور یہی شوق اشاعت دینی و خدمت قومی آپ سے آج تک آپ کی نسل میں وراثت میں چلا آ رہا ہے

قاضی الحاجات پروردگار سے رئیس العلماء کو

دو اہل علم و فضل فرزند ملے پسر بزرگ مولانا سید کلب حسین نقوی جاسی مجتہد اور پسر خرد مولانا سید مہدی رضا نقوی المعروف بہ سید کلب حسن صاحب تھے۔ رئیس العلماء کے دونوں فرزندوں میں مشہور و نامور مولانا سید کلب حسین صاحب ہوئے جو رئیس العلماء کے جانشین بھی تھے۔

معتبر افراد نے لکھا ہے کہ مولانا سید ولی محمد حسین صاحب کے یہاں کوئی بچہ زندہ نہ رہتا تھا۔ ہر بچہ زچہ خانہ کے اندر ہی مرجاتا تھا جب اس منور قسمت (مولانا سید کلب حسین) نے غنائہ عالم فانی میں قدم رکھا تو یوم عاشور تھا۔ گھر خاندان کے لوگ عزائے سید الشہداء میں مصروف تھے باپ بعد طہارت گھر سے متصل اپنے حسینہ (واقع محلہ کردانہ قصبہ جاسی ضلع رائے بریلی) میں لائے اور عزائے خانے میں سامان عزائے کے سائے میں اس دعا کے ساتھ ڈال کر رخصت ہو گئے کہ مولانا اس عزادار کو بچا لیجئے۔ بچہ زندہ رہا تو اسے کلب حسین کے نام سے یاد کیا۔ یہ وفاداری کی علامت لفظ یعنی ”کلب“ اس خاندان وفادار محمد و آل محمد کے لئے سرمایہ افتخار ہے بلکہ یہ لفظ اب اس خاندان میں نہ محدود رہ کر کے اور بہت سے امور کی طرح بصورت تائید و تقلید ہندو پاک میں مستعمل ہے۔

مولانا سید کلب حسین کی ذات والا صفات کا کیا کہنا، جس کی حیات ہی عطیہ سید الشہداء اور احوالہ القداء ہو وہ ان کے مشن کے لئے کیا نہ کرے گا چنانچہ کلب حسین صاحب نے اپنی زندگی کو تبلیغ دین خدا و ترویج عزائے سید

الشہداء علیہ السلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔

موصوف عربی اور فارسی میں شاعری بھی فرماتے تھے۔ وفات جنت مآب سے متاثر ہو کر موصوف نے ایک مرثیہ عربی میں نظم فرمایا تھا جس کے آخر میں تاریخ بھی ہے اور چند قطعات تاریخ فارسی میں تحریر فرمائے تھے جو جرائد میں مطبوع ہیں۔

ایسے غلام بختن کو قسام ازل نے پانچ بیٹے مرحمت فرمائے اور پانچوں علمائے باعمل و ناشرین علوم اہل بیت علیہم السلام تھے۔

۱۔ مولانا سید کلب عابد نقوی جاسی امام جمعہ و جماعت ریاست عالیہ نانا پارہ پدر عالیقدر قدوة العلماء
۲۔ آیت اللہ مولانا سید کلب باقر نقوی جاسی مجتہد متوطن و مدفون کربلائے معلیٰ پدر بزرگوار آیت اللہ سید کلب مہدی نقوی آیت اللہ سید عبدالمہدی صاحب قبلہ و آیت اللہ سید محمد مہدی صاحب قبلہ (مولانا سید کلب باقر صاحب و مولانا سید کلب مہدی صاحب دونوں باپ بیٹے امامان جماعت روضہ حضرت ابوالفضل العباس علیہ السلام و معلمان درس خارج اور عربی زبان کے عظیم شاعر و ادیب تھے)

۳۔ مولانا سید کلب جعفر نقوی جاسی پدر محترم علامہ سید کلب احمد مائی جاسی و فخر قوم خان بہادر جناب سید کلب عباس نقوی ایڈوکیٹ و فخر وطن سید کلب مصطفیٰ نقوی ایڈوکیٹ و غیر ہم

۴۔ مولانا سید کلب رضا نقوی جاسی خویش سند المجتہدین علامہ جاسی مولانا سید علی حسن نقوی مجتہد
۵۔ مولانا سید کلب عسکری نقوی جاسی امام جمعہ و جماعت ریاست نانا پارہ پدر سید کلب ذکی صاحب ہوش جاسی

دادا مرحوم جناب مولوی سید رضا محمد نقوی رضا جاسی تلمیذ حضرت مائی جاسی نے خاہبہادر فخر قوم سید کلب عباس نقوی جاسی ایڈوکیٹ کے سانحہ ارتحال پر جو تعزیتی مسدس لکھا تھا (جو سر فراز لکھنؤ کے کلب عباس نمبر میں شائع ہوا ہے) اس میں مشاہیر جاس کے تذکرے کے بعد کہتے ہیں ۔

شان مرحوم کے گھر کی بھی ہے اب پیش نگاہ
کیا شرف حق نے دیا ہے اسے اللہ اللہ
عصمت اللہ سا اس گھر کا ہے مورث ذی جاہ
علماء اس کے سدا دیں گے رہے پشت پناہ
آج بھی چشمہ خیر و برکت جاری ہے
اس گھرانے پہ ابھی تک کرم باری ہے
اس گھرانے نے دیئے دہر کو دو کلب حسین
ایک تھا معجزہ سبط رسول الثقلین
دوسرا زینت منبر بھی تھا مسجد کا بھی زین
ذاکر شام غریباں دل زہرا کا چین
فضل خالق سے عجب اس نے گہر پائے ہیں
لال پائے ہیں کہ دو شمس و قمر پائے ہیں

نہ فقط ہند تک اس گھر کی ہے دنیا محدود
اس کے افراد کا ہے کرب و بلا میں بھی وجود
تھا ز بس جذبہ خالص سے وہاں اس کا ورود
اس کو سرکار حسینی نے دیا نام و نمود
کسی ہندی نے جو پائی نہ وہ عزت دے دی
بھائی کے روضہ کی اس گھر کو امانت دے دی

والد ماجد قدوة العلماء:

مولانا سید کلب عابد نقوی جانی داماد عمدۃ العلماء
مولانا السید محمد ہادی مجتہد

آپ جانی میں پیدا ہوئے تعلیم اپنے والد ماجد و
دیگر علمائے عظام خاندان اجتہاد سے حاصل کی ریاست
نانپارہ میں اقامت جمعہ و جماعت فرماتے تھے۔ نہایت عابد
و زاهد تھے۔ ریاست میں لوگ، رانی صاحبہ اور راجہ صاحب
آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔

آپ کے سلسلے میں ایک واقعہ اس زمانہ کا مشہور
ہے جب آپ لکھنؤ میں سکونت پذیر تھے کہ آپ کے مکان
کے باہری حصہ میں ایک جامن کا درخت تھا جسے جوان
ہوئے عرصہ ہو گیا تھا مگر پھل نہ دیتا تھا۔ ایک دن مصاحبین
بیٹھے ہوئے تھے عقیقہ وغیرہ عقیقہ کا ذکر نکلا مولانا نے فرمایا کہ
بعض ادعیہ و تعویذات ایسے ہیں کہ اگر ان کا استعمال کیا
جائے تو ضرور حمل رہے اور بچہ پیدا ہو بلکہ عورت پر کیا منحصر
اگر درخت کوئی پھل نہ لاتا ہو اور اس پر باندھ دیا جائے تو وہ
بھی پھل لانے لگے۔ کسی نے کہا یہ درخت جامن جو سامنے
موجود ہے مدتیں ہو گئیں بار آور نہیں ہوتا اسی پر تجربہ کیا جائے

یہ سن کر مولانا اندر تشریف لے گئے اور تعویذ لکھ کر لائے اور
اس شجر غیر مشمر پر باندھوا دیا اگرچہ جامن کی فصل نہ تھی مگر چند
ہی دن میں وہ شجر بے ثمر پھول لایا اور خوب پھلا پھر جب تک
وہ درخت باقی رہا خلاف فصل اسی زمانے میں پھولتا پھلتا
رہا۔

ایک بار مولانا موصوف اور رئیس جروں حاجی سید
ظہور حسین صاحب جروں سے لکھنؤ آ رہے تھے۔ زمانہ
بارش کا تھا، دریائے گھاگھرا میں طغیانی تھی، کشتی والے عبور
دریا سے انکار کرتے تھے کہتے تھے کہ اگر گھرا ہوا ہے اگر پانی
برسنے لگا تو دشواری ہو جائے گی۔ مولانا نے اصرار کیا اور
فرمایا کہ ناؤ پر ایک بوند پانی نہ پڑنے پائے گا آخر ایک کشتی
والا راضی ہوا اور یہ دونوں صاحبان کشتی پر سوار ہوئے۔ کشتی
روانہ ہوئی، مولانا نے دو تعویذ لکھ کر کشتی میں ڈال دیئے
اتفاقاً بہت شدت و کثرت سے بارش ہونے لگی مگر ناؤ اور ناؤ
کے سواروں پر ایک قطرہ پانی نہ پڑتا تھا یہاں تک کہ ناؤ عبور
کر کے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی۔

جب مولانا کلب عابد صاحب نے قصد سفر
عتبات عالیات کیا تو اپنے والد ماجد مولانا سید کلب حسین
صاحب کو بصد اصرار و التماس ریاست نانپارہ لے گئے اور
خود زیارات عتبات عالیات کے لئے روانہ ہوئے عتبات
عالیات کی زیارتوں سے فارغ ہو کر مشہد مقدس رضوی میں
۱۲۸۳ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں مدفون ہوئے۔

آپ کی رحلت کے بعد آپ کے والد تاحیات
ریاست نانپارہ میں مقیم رہے اور اقامت جمعہ و جماعت و

وعظ مسائل ضروریہ فرماتے تھے۔ ریاست اہلسنت کی تھی مگر مولانا کلب حسین کے اخلاق و تقدس و علم کے سنی شیعہ سب معترف تھے جدھر سے جناب گزرتے لوگ اپنی دوکانیں یا اپنے کام چھوڑ کے تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ مولانا کے انتقال کے بعد آپ کے چھوٹے بیٹے مولانا سید کلب عسکری صاحب نے خدمت دین و امامت جمعہ جماعت کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ جب مولانا سید کلب عسکری صاحب بیمار رہنے لگے تب مولانا سید آقا حسن صاحب کی خواہش پر مکرم العلماء عمدۃ الفقہاء مولانا سید سجاد حسن زیدی مجتہد طور جو پوری نے اس منصب کو قبول فرمایا۔

تربیت و تعلیم قدوة العلماء:

قدوة العلماء تقریباً ڈیڑھ سال کے تھے جب آپ کے والد ماجد کا مشہد مقدس رضوی میں انتقال ہو گیا اور چند مہینے بعد ہی یعنی جب آپ دو برس کے ہوئے تو والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے کر پیوند خاک حسینہ غفرانمآب ہوئیں۔

جب قدوة العلماء کے سرپر والدین کا سایہ نہ رہا تو آپ کے چھوٹے ماموں فقیہ اہل بیت سرکار شریعتہ ارحمہم العلامہ مولانا السید مصطفیٰ المعروف بہ جناب میر آغا صاحب علیہن مآب نے اپنی اولاد کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔ پانچویں سال جناب ممتاز العلماء فخر المدرسین مولانا سید محمد تقی صاحب قبلہ جنت مآب طاب ثراہ نے رسم تسمیہ خوانی ادا فرمائی۔ اس کے بعد ابتدائی تعلیم مولانا مرزا کاظم حسین

صاحب شاگرد عماد العلماء سے حاصل کی پھر مدرسہ ایمانیہ واقع حسینہ جناب زبدۃ العلماء معین المؤمنین مولانا سید علی نقی نقوی صاحب طاب ثراہ (فرزند سید العلماء مولانا سید حسین علیہن مکان) میں صرف و نحو اور دینیات کی چند کتابیں مولانا مرزا قاسم علی صاحب کشمیری سے پڑھیں۔

اس کے بعد صرف و نحو، فلسفہ و منطق اور فقہ و ادب کی کتابیں جناب مولانا سبط محمد صاحب (ابن خلاصۃ العلماء سید مرتضیٰ ابن سلطان العلماء) سے پڑھیں پھر معقولات و منقولات و فقہ و اصول کی اعلیٰ تعلیم بحر العلوم شمس العلماء سید محمد حسین مجتہد المعروف بہ جناب علین صاحب (ابن ملک العلماء مولانا سید بندہ حسین مجتہد مغفرت مآب ابن رضوان مآب) ملاذ العلماء مولانا السید ابوالحسن مجتہد المعروف بہ جناب بچھن صاحب (ابن ملک العلماء) عماد العلماء علیہن مآب میر آغا صاحب اور تاج العلماء الحاج مولانا علی محمد صاحب مجتہد (ابن سلطان العلماء) اعلیٰ اللہ مقامہم سے حاصل کی۔

شادی:

قدوة العلماء کی شادی عماد العلماء کی بیٹی سیدہ امۃ الزہرا بیگم سے ہوئی تھی جو بہت پاکیزہ نفس و صاحبہ علم خاتون تھیں۔

زیارات عتبات عالیات و تعلیم:

آپ عراق چار بار زیارات کے لئے تشریف لے گئے اور ہر بار سال سال بھر قیام کیا اور کربلا و

نجف میں آقا شیخ علی یزدی صاحب، آقا سید محمد ہاشم صاحب قزوینی، آقا شیخ ہادی شاگرد آقا حسن شیرازی آقا شیخ محمد حسین مازندانی، آقا شیخ زین العابدین مازندانی آقا مرزا محمد حسین شہرستانی، آقا شیخ محمد حسن مامقانی، آقا سید کاظم طباطبائی اور اپنے عم بزرگوار آقا السید کلب باقر نقوی جائسی اعلیٰ اللہ مقامہم کے دروس خارجی میں شریک ہوتے رہے۔

آقا شیخ محمد حسین مازندانی سے ۱۲۰۶ھ میں اور آقا شیخ زین العابدین مازندانی، آقا شیخ محمد حسن مغانی اور آقا مرزا محمد حسین شہرستانی سے ۱۳۱۱ھ میں اجازات اجتہاد حاصل کئے۔ ۱۳۱۳ھ میں عماد العلماء میر آغا صاحب نے بھی اجازۃ اجتہاد مرحمت فرمایا۔

صاحب تذکرۂ بے بہا فرماتے ہیں کہ بعد انتقال بحر العلوم میں نے علامہ رکنتوری سے پوچھا کہ علماء لکھنؤ میں اب فقیہ زیادہ کون ہے تو علامہ نے آپ ہی (قدوۃ العلماء) کا اسم گرامی یاد فرمایا۔

امامت جمعہ مسجد آصفی:

۱۱/رمضان المبارک ۱۲۳۳ھ بروز پنجشنبہ محب و محبوب خال و خسر نے داعی اجل کو لبیک کہا تو ان (فقیہ اہلبیت عماد العلماء السید مصطفیٰ) کی نماز جنازہ آپ ہی نے پڑھائی۔ رحلت کے تیسرے روز مجلس ترحیم ہوئی جس میں مجمع عظیم تھا۔ مجلس میں شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد نے حالات عماد العلماء کے بعد

قدوۃ العلماء کی بلند کی کردار و عظمت علم و عمل کی تعریف اور توصیف فرما کر مصائب سید الشہداء علیہ السلام پڑھی بعد ختم مجلس بحر العلوم شمس العلماء مولانا سید محمد حسین مجتہد عرف جناب علن صاحب قبلہ اور فضائل مآب ڈپٹی مولانا سید علی اکبر صاحب قبلہ فرزند سلطان العلماء نے خلعت تعزیت و جانشینی یعنی سیاہ عبا و عمامہ اپنے ہاتھوں سے قدوۃ العلماء کو پہنایا اور جناب موصوف سے مصافحہ کیا۔

اور خود عماد العلماء نے اپنی زندگی ہی میں قدوۃ العلماء کی جانشینی کا اعلان فرما دیا تھا چنانچہ بعد عماد العلماء طاب ثراہ قدوۃ العلماء چھٹے امام جمعہ ہوئے یعنی غفرانمآب کے بعد رضوان مآب بعدہ جنت مآب بعدہ شمس العلماء مولانا سید محمد ابراہیم بعدہ عماد العلماء بعدہ قدوۃ العلماء اس منصب جلیل پر فائز ہوئے۔ (یہ سلسلہ آج تک آپ کی نسل میں چل رہا ہے یعنی قدوۃ العلماء کے بعد ان کے فرزند ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ اور ان کے بعد صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب اور آج رحمت مآب کے جانشین مولانا سید کلب جواد نقوی صاحب قبلہ امام جمعہ مسجد آصفی ہیں)

مولانا آقا حسن صاحب اپنے علم و عمل سے خواص پسند ہوتے ہوئے عوام خصوصاً پریشان حال افراد کے کفیل و سرپرست مجتہد تھے۔ وہ محنتی و جفاکش، پرہیزگار و دیندار، بے تصنع و بے تکلف، ہمدرد و غمگسار ملت اور محب و مصلح قوم تھے۔

قدوة العلماء کے کارنامے:

آقائے قوم نے ملت کے علمی و عملی معیار کو بلند کرنے کے لیے اور قوم کی پستی و بلندی کے اتفاقات و حادثات و واقعات کو تحریری صورت میں ہر ایک تک پہنچانے کے لیے لکھنؤ کی شیعہ دنیا کا پہلا رسالہ ماہنامہ ”معالم“ یکم محرم الحرام ۱۳۱۸ھ میں جاری فرمایا جسکے قدوة العلماء مولف و مدیر تھے اور ساتھ ہی اخبار ”الناطق“ جاری فرمایا۔ یہ بھی اولیت و دیگر خصوصیات کے اعتبار سے ’معالم‘ ہی کا ہم پلہ تھا۔ یہ رسالہ اور اخبار پہلے تصویر عالم پریس لکھنؤ سے طبع ہو کر دفتر عماد الاسلام جوہری محلہ سے شائع ہوتے تھے جو بعد قیام مطبع عماد الاسلام اپنے ہی پریس سے طبع ہونے لگا۔ دفتر اور مطبع دونوں کے مالک ذاکر شام غریباں عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین نقوی تھے۔ اخبار و ماہنامہ دونوں نے برسوں بلکہ انجمن صدر الصدور کے شیعہ کانفرنس بننے تک قوم و ملک کی علمی و مذہبی خدمت کی۔ اگرچہ یہ ماہنامہ اور اخبار انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ سے عمر میں بڑے ہیں مگر سب کے سب قدوة العلماء کی اسی تحریک دینداری و بیداری کے حصے ہیں جسے موصوف نے زیر سرپرستی فقیہ اہلبیت مرجع اعظم ہند میر آغا صاحب قبلہ ۱۳۱۳ھ میں چلائی تھی۔ شوال ۱۳۳۵ھ میں سرکار شریعتمدار بحر العلوم آیۃ اللہ العظمی السید محمد حسین نقوی المعروف بہ جناب علّٰی صاحب کے حکم سے اور موصوف ہی کی سرپرستی میں ”انجمن علماء“ قائم

ہوئی اور اس کا پہلا جلسہ شوال ۱۳۱۵ھ کے آخر میں بمقام وادی السلام ہند حسینہ حضرت غفرانماب علیہ الرحمۃ والرضوان بصدارت بحر العلوم منعقد ہوا۔ اس انجمن کو دوسرے جس عظیم فقیہ کی سرپرستی و نگرانی حاصل تھی وہ تھے فقیہ اہلبیت میر آغا صاحب قبلہ اور اس انجمن کے فعال کارکنان میں مولانا ڈپٹی سید علی اکبر نقوی اجتہادی، قدوة العلماء، نجم العلماء، ناصر الملتہ، باقر العلوم، ادیب اعظم مولانا سید محمد مہدی صاحب، حکیم مولانا سید صفدر حسین صاحب، ڈاکٹر پروفیسر مرزا محمد ہادی رسوا صاحب اور فیلسوف اسلام نواب شیخ رضا حسین صاحب تھے۔

اس انجمن کے زیر نگرانی قدوة العلماء نے بہت سے شہروں میں الگ الگ ناموں سے انجمنیں قائم کیں۔ جن میں سے بلدہ موفور السرور جو نیوہ کی انجمن معین الشریعہ بھی تھی جسے قدوة العلماء نے رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ میں قائم کیا تھا۔

قدوة العلماء کی تحریک پر اس انجمن کی جانب سے بہت سے علماء و واعظین نے لکھنؤ کی مسجدوں میں فی سبیل اللہ نماز جماعت قائم کی اور نماز فجر و نماز مغربین کے مواعظ و مباحثات کا سلسلہ بھی قائم کیا۔ اتفاق علماء تخریب پسند عناصر کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا لہذا انہوں نے اپنا کام کر ہی ڈالا اور انجمن مذکور نے منزل شکست پر پہنچ کر دم توڑ ہی دیا۔ تفرقہ پرداز افراد کی اس کامیابی پر قدوة العلماء کو بڑا صدمہ ہوا۔ اگرچہ اصلاحی و تبلیغی

پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے قدوة العلماء کے ساتھ مولانا ڈپٹی سید علی اکبر صاحب اور مکرم العلماء سید سجاد حسن زیدی مجتہد طور جو پوری کے مساعی بلیغہ بڑے اہم تھے۔

اب قدوة العلماء کو تحریک دینداری و بیداری و ترقی ملت کی فکر تھی جو مستقلاً مضطرب و مضطرب کیے ہوئے تھی۔ آخر کار قدوة العلماء نے فیصلہ لیا کہ پہلے اس اتفاق علماء کی فکر نہ کی جائے بلکہ ایسی بات کی فکر کی جائے جس سے اتفاق رفتہ رفتہ پیدا ہو جائے۔ افکار قدوة العلماء نے راستہ ڈھونڈا ہی لیا اور وہ یہ کہ ایک ایسی انجمن قائم کریں جس کی دو شاخیں ہوں ایک دنیوی یعنی تجارت وغیرہ اور دوسری دینی یعنی اشاعت و اعانت دین۔ پھر اس کے ضوابط و اصول بھی مرتب فرمائے۔ آخر کار یہ انجمن پورے ہندوستان کے شیعوں کی دینی و دنیاوی ترقی کے لیے قائم ہوئی لہذا انجمن کا دستور العمل بھی ویسی ہی وسعت کا حامل تھا۔ اس دستور العمل کا مطالعہ ہی قدوة العلماء کی معرفت اور موصوف کی وسیع النظری و جذبہ خدمت خلق کو سمجھنے کے لیے بہت ہے۔ انجمن کے صدر فقیہ اہلبیت عماد العلماء، متولی بحر العلوم، منصرم (سکریٹری) قدوة العلماء اور نائب منصرم (جوائنٹ سکریٹری) مولانا سید علی غضنفر صاحب اجتہادی تھے۔

۱۔ انجمن صدر الصدور اور اس کے مقاصد

انجمن امامیہ ملقب بہ انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ خاص حمایت قومی و ترقی جملہ امور معاد و معاش کے لئے بہ سرپرستی و صدارت جناب قبلہ و کعبہ مجتہد العصر و الزمان سرکار شریعتدار عماد العلماء جناب السید مصطفیٰ

لقوی المعروف بہ جناب میر آغا صاحب منعقد ہوئی۔ جس کے ذریعہ سے اشاعت دین و دینیات اور قوم میں نظام تجارت رائج کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ طے ہوا کہ انجمن تجارت کی طرف جماعت شیعہ کو متوجہ کرے گی اور خود بھی تجارت کرے گی اور ہر مقام پر شاخیں تجارت کی جاری کرے گی۔ اعانت علماء و طلباء و اجرائے مدارس و ترمیم و تعمیر عزاخانہ و مساجد و اعانت محتاجین و اشاعت مواعظ و علوم و دیگر امور صلاح عامہ مومنین شیعہ اثنا عشریہ و تعلیم حرفت و صنعت و دستکاری و تعلیم علم طب وغیرہ حسب امکان کرے گی۔ اس انجمن کو گورنمنٹ عالیہ سے سوائے خیر خواہی اور کسی پولیٹیکل معاملہ سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ ہر شہر و دیہہ میں اس انجمن کی شاخیں ماتحت اس انجمن کے قرار دی جائیں گی اور وہی ماتحت انجمنیں شاخیں تجارت کی بھی جاری کریں گی اور نگرانی ان کی کریں گی۔ صدر نشین ہمیشہ مجتہدین و علماء و فضلاء متشرعین سے ہوا کرے گا معتمد، امین اور منصرم بھی مجتہدین و علماء و فضلاء متشرعین سے ہوں گے یا متشرع رؤساء سرمایہ دار ہوں گے۔ ناظر و گرداور جو ہمیشہ مقامات مختلفہ میں دورہ کرتا رہے ثقات علماء سے ہوں گے اور مواعظ و نصائح و اقامت جمعہ و جماعت و ترغیب و تہریخ اتفاق بھی کرتے رہیں گے۔ چندہ وصول کر کے صدر انجمن میں پہنچائیں، حساب و کتاب ہر اس مقام کا جو ماتحت انجمنیں ہوں جانچتے رہیں، ماتحت انجمنیں جا بجا قرار دیتے رہیں، اوقاف کی نگرانی بھی یہ انجمن کرے گی لیکن جدید وقف کو لازم ہوگا کہ انجمن اشاعت کے سرمایہ کے واسطے بھی کچھ

معین کرے۔ جو چندہ سرمایہ کے نام سے ہوگا اور کسی بینک وغیرہ میں بطور فنڈ جمع رہے گا اور اس کی آمدنی سے نصف صرف انجمن اور نصف پھر داخل سرمایہ کیا جائے گا تاکہ سرمایہ ہمیشہ بڑھتا رہے۔ جو آمدنی مسائل مصارف کے واسطے ہوگی اس کے نصف سے زیادہ خرچ نہ باندھا جائے گا اور ایک ربع داخل سرمایہ کیا جائے گا اور ایک ربع مصارف غیر معینہ و اتفاقی مصارف کے لیے پس انداز کیا جائے گا۔ ارکان انجمن تمام مجتہدین و علماء و فضلاء متشرعین ہیں۔

معاونین انجمن شاہزادگان و راجگان و تعلقداران و امراء و رؤسا ہوں گے جو پانچ روپیہ ماہواری یا ساٹھ روپیہ سالانہ سے انجمن اشاعت دین کی اعانت فرمائیں گے۔

انتظامی ممبران وہ حضرات ہوں گے جو چار آنہ ماہواری چندہ عطا کریں گے اور کم از کم ایک حصہ تجارت میں جو جمع سرمایہ اشاعت دس روپیہ حصہ تجارت و دس روپیہ چندہ سرمایہ اشاعت دین ہے، شریک ہوں۔

شرکاء تجارت جو محض تجارت میں شریک ہوں اور ممبری چندہ نہ دیں بپائندی دستور العمل ہذا جس کا حصہ تجارت مع چندہ اشاعت دس روپیہ ہے نفع تجارت سال بہ سال شرکاء پر سدی تقسیم ہوگا۔ لیکن نصف ان کو دیا جائے گا اور نصف پھر ان کے نام سے شریک تجارت کیا جائے گا تاکہ سہم ان کا ہمیشہ بڑھتا رہے۔ مثلاً اگر پہلے سال دس روپے تھے تو دوسرے سال بارہ روپے ہو جائیں گے و علی

ہذا القیاس۔ اور اگر نصف بھی نہ لیں تو کل نفع ان کا انکی جانب سے داخل تجارت کیا جائے گا۔

جود نفع تجارت میں ہوگا اس کا چالیسواں حصہ سال بہ سال داخل سرمایہ اشاعت دین کیا جائے گا تاکہ سرمایہ اشاعت بڑھتا رہے اور اعانت دین کا ثواب ملے اور استجاب زکوٰۃ بھی ادا ہوتا رہے۔

صدر دفتر اس کا لکھنؤ ہے جملہ آمدنی و خرچ، حساب و کتاب تمام ماتحت انجمنوں کا اسی سے متعلق رہے گا کل آمدنی ہر مقام کی اسی صدر دفتر میں آیا کرے گی۔

دفتر انجمن صدر الصدور بمقام جوہری محلہ دفتر عماد الاسلام میں اس فیصلہ کے ساتھ قائم ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں دفتر اس کا قبلہ و کعبہ حضرت غفرانمآب طاب ثراہ کے امامباڑہ میں قرار پائے۔ منصرم و معتمد انجمن قدوة العلماء بانی انجمن کے نام ہونا طے پایا اور یہ بھی طے ہوا کہ حالات و حسابات انجمن ماہنامہ معالم اور اخبار الناطق میں شائع ہوں گے۔

۵ جولائی ۱۹۰۱ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ یوم جمعہ بوقت ۸ بجے صبح بمقام حسینہ حضرت غفرانمآب بصدارت فقیہ اہلبیت عماد العلماء انجمن صدر الصدور کا پہلا جلسہ ہوا۔ بعد تلاوت کلام پاک مولوی شیخ ممتاز حسین صاحب نے خطبہ قدوة العلماء برائے ترغیب و تحریص استقلال بنائے انجمن پڑھا۔ جلسہ کے مخصوص شرکاء علامہ جاسسی سند المجتہدین آیۃ اللہ العظمی السید علی حسن نقوی قبلہ و کعبہ، بحر العلوم آیۃ اللہ العظمی السید محمد حسین المعروف بہ جناب علن صاحب قبلہ و کعبہ، نجم العلماء آیۃ اللہ العظمی السید

و مبلغین و مصلحین دیگر اضلاع میں بھی اقامت نماز و تبلیغ دین کے لیے روانہ ہونے لگے اور جگہ جگہ مدارس کا قیام بھی عمل میں آنے لگا۔ ہر سال انجمن کے دینی اجلاس گذشتہ سالوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ کامیاب ہونے لگے۔ اسی کے ساتھ قدوة العلماء لوگوں کو تجارت کی طرف بھی تیزی سے متوجہ کرنے لگے۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس ۱۹۵۷ء کلکتہ کے خطبہ صدارت اجلاس میں ڈاکٹر شام غریباں عہدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب مجتہد نے بیان فرمایا کہ ”میرے والد مرحوم قدوة العلماء نے اکثر اپنے اعزاء کو غلے اور کپڑے کی دوکانیں کھلوادیں اور خود بھی ان دوکانوں پر جا کر بیٹھے..... اور بعض دن میں خود اور بعض دیگر حضرات ٹھیلے لے کر شہر میں نکلے اور معمولی چیزیں جیسے سگریٹ، بیڑی اور بسکٹ وغیرہ فروخت کئے۔“

جیسے مدرسہ کی آقائے قوم تحریک چلا رہے تھے ویسا مدرسہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ جنوری ۱۹۰۴ء کو مدرسہ امامیہ انجمن صدر الصدور و کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے بمقام حسینۃ ہدایت مآب ناصر دین و ناشر احکام شرع متین مؤسس اسلام و ایمان مومنین جناب سید دلدار علی نقوی صاحب غفر انما اب علیہ الرحمہ (جن کی ہدایت و فیض سے کوئی مقام ہندوستان کا اس وقت تک نہیں خالی نہیں ہے) بنایا گیا تھا۔ یہ مدرسہ ابتدائی درجات سے لیکر انتہائی درجات تک تھا اور بارہ درجوں پر منقسم تھا اور ہر درجہ میں کورس اس طرح مرتب کیا گیا تھا کہ سب ضروری چیزیں فارسی، عربی،

نجم الحسن صاحب قبلہ و کعبہ، حکیم الامتہ علامہ ہندی آیۃ اللہ العظمیٰ السید احمد نقوی قبلہ و کعبہ، کہف العلماء آیۃ اللہ السید ابن حسن نقوی جائسی قبلہ و کعبہ، علم العلماء آیۃ اللہ العظمیٰ الحکیم السید سبط حسین النقوی الجائسی قبلہ و کعبہ عہدۃ العلماء مکرم العلماء مولانا سید سجاد حسن زیدی مجتہد طور جو پوری قبلہ و کعبہ، ملک الناطقین کلیم اہلبیت خطیب اعظم علامہ سبط حسن نقوی فاطر جائسی قبلہ و کعبہ، عہدۃ الواعظین قبلہ و کعبہ مولانا سید سبط محمد ہادی صاحب، مولانا سید زوار حسین صاحب قبلہ، مولانا سید علی اصغر صاحب قبلہ، مولانا سید علی غضنفر صاحب قبلہ، مولانا سید علی داور صاحب قبلہ، جسٹس مولانا سید کرامت حسین بیرسٹر، شاہزادہ مرزا محمد سلیمان شاہ، نواب فتح نواز جنگ بہادر بیرسٹر، نواب حامد علی خاں صاحب بیرسٹر، نواب محمد رضا حسین خاں صاحب سکرٹری انجمن رفاه عام، حکیم مرزا وزیر حسن خاں صاحب بہادر، نواب علی محمد خاں صاحب صدر انجمن حیدری، نواب محمد احسان حسین خاں صاحب، جناب سید سجاد حسین صاحب رئیس لکھنؤ، نواب غنی بہادر صاحب کے علاوہ بھی علماء و ادباء و شعراء اور ہزاروں مومنین نے جلسہ میں شرکت کی۔

اجلاس دینی میں جملہ منصوبوں پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور سب سے پہلے سرمایہ مستقل کے لیے ایک بکڈ پو دفتر عماد الاسلام جوہری محلہ میں کھولا گیا جس کے مالک مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ قرار پائے۔

اجلاس اول کے بعد شہر کی مسجدوں میں اقامت نماز و بیان مواعظ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ساتھ ہی علماء

زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب مرحوم ”تاریخ لکھنؤ“ حصہ دوم صفحہ ۱۰۳ پر رقمطراز ہیں کہ ”حضرت قدوۃ العلماء وہ بلند ہستی ہے جس نے شیعوں میں بیداری کی لہر دوڑائی اور انجمن صدر الصدور کو آلِ اندیا شیعہ کانفرنس کیا۔۔۔۔۔ دنیائے صحافت کو معلوم ہو کہ (لکھنؤ میں شیعوں کا) پہلا پرچہ ماہنامہ ’معالم‘ انہوں نے نکالا۔ پہلا اخبار الناطق ان کے گھر سے نکلا۔ وہ عوام کے مجتہد تھے، ان کی خدمت میں حاضر ہونے والے کے لیے وقت ملاقات مقرر نہ

۳۔ آل انڈیا شیعہ کانفرنس

کانفرنس: یہ انگریزی لفظ ہے جس کے معنی مجمع یا ایسی مجلس کے ہیں جو کسی خاص غرض حاصل کرنے کے لیے منعقد کی جائے اور جسمیں عام بحث و مباحثہ کے ذریعہ اور کثرت رائے سے ایسا فیصلہ صادر ہو جس سے اس کے اغراض حاصل ہونے میں آسانی ہو اور پھر جماعت یا قوم ایسے فیصلے کے سامنے تسلیم ختم کرے۔

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اجلاس ہشتم اکتوبر ۱۹۱۴ء میں علامہ سید علی حارثی نے فرمایا تھا کہ ”ہندوستان میں شیعوں کے دائرۃ المعارف کا مرکز حسی لکھنؤ ہے اور مرکز عقلی کانفرنس۔“

تجہ آفندی فرماتے ہیں ۔

ہے کانفرنس اپنی امیدوں کا سرچشمہ

اللہ رکھے قائم اس کو بہ اثر برسوں

مجاہد اعظم سید بشیر احمد صاحب وکیل اناؤ اپنے مضمون ”شیعہ قوم اور کانفرنس کی دردناک تصویر“ مطبوعہ ہفتہ وار ”حسینی پیغام“ بمبئی (۲۷ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ بروز جمعہ) میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”شہر لکھنؤ کی مقامی اور قوم کی بیرونی پستی و تنزلی کو چند احساس رکھنے والی مد بردماغ ہستیوں نے اضطراب کے ساتھ محسوس کیا کہ اس قریب الموت قوم کی تنظیم و تشکیل کے واسطے جدو جہد کرنا چاہیے چنانچہ قبلہ و کعبہ معمار قوم قدوة العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد نے اپنی قائم کردہ انجمن صدر الصدور کے محدود دائرہ کو وسیع کر کے آل انڈیا شیعہ کانفرنس

کی اس قدر اعانت کی جاوے جس سے اس کی زندگی کو قیام ہو۔ اس رسالہ کی قیمت فی الحال بحیال تعیم نفع صرف ۱ روپیہ آٹھ آنہ سالانہ علاوہ چھ آنہ محصول ڈال کے قرار دی گئی ہے۔

اگر کوئی پرچہ ڈاک میں گم ہو جائے تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتہ کے اندر اطلاع کرنے سے بلا قیمت ارسال خدمت کیا جائے گا۔ جملہ خط و کتابت و ارسال مضامین یا ارسال قیمت متولی کارخانہ عماد الاسلام جناب قدسی القاب مولانا السید آقا حسن مدظلہ العالی کے نام ہونا چاہیے۔

مالک و بانی اس کے مولانا سید کلب حسین صاحب مالک کارخانہ عماد الاسلام ہیں۔

پتہ قبلہ و کعبہ قدوة العلماء جناب السید آقا حسن صاحب دفتر کارخانہ عماد الاسلام جوہری محلہ لکھنؤ۔

المستہتر: محمد ناصح مینجر کارخانہ عماد الاسلام

ہفتہ وار ”الناطق“

یہ اخبار ۱۸ سہ ماہ میں شائع ہونا شروع ہوا تھا اور برسوں ’معالم‘ کی طرح شائع ہوتا رہا۔ اس کے اغراض و مقاصد میں بھی وہی امور تھے جو ماہنامہ ’معالم‘ کے تھے۔ یہ ملک کے عالی خیال لوگوں اور صاحبان اخلاص کا پسندیدہ اخبار تھا اور علم و فن و آگاہی کے ساتھ اخبار و حالات شیعہ ہند بلکہ شیعہ دنیا کے اخبار و حالات سے واقفیت کا بہترین ذریعہ تھا۔

کی شکل میں لانے کا عزم بالجزم کر لیا۔ آقائے ملت کی ہر دلعزیز اور بااثر ہستی نے ناصر الملتہ مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ مجتہد و نجم الملتہ مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد و جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ مجتہد و دیگر حضرات مجتہدین کو اس پر آمادہ بھی کر لیا کہ وہ بھی اپنے دست مبارک سے اس ادارہ کی رہبری فرمائیں۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے جوش ایمانی اور دردملت سے ایسے پیغام اور ایسی دعوت پر خندہ پیشانی سے لبیک کہتے ہوئے انہماک کے ساتھ حصہ لیا۔

”صحیفۃ الملتہ معروف بہ لُحْت جگر“ (مصنفہ لسان القوم مولانا سید علی نقی صفی لکھنوی) میں ”ہندوستان میں شیعوں کی مجمل تاریخ اور بنائے شیعہ کانفرنس“ کے تحت صفحہ ۷ تا ۱۰ پر تحریر ہے کہ ”شیعوں کے خیالات میں بھی کسی حد تک آزادی کی لہر دوڑ چکی تھی اور علماء بھی رفتار زمانہ کو نہایت صبر و تحمل سے دیکھ رہے تھے اور یہ خیال پیدا ہو ہی گیا کہ ضرورت زمانہ کے موافق شیعوں کے لیے کچھ کرنا چاہیے۔ مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد (لکھنؤ) ایک خاص دل و دماغ اور مزاج زمانہ کے بہترین نبض شناس عالم تھے۔ انہوں نے شیعوں کی دینی و دنیاوی ترقی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ۱۹۳۱ء میں انجمن صدر الصدور کی بنیاد ڈالی۔ اس کے صدر عماد العلماء جناب سید مصطفیٰ عرف میر آغا صاحب قبلہ (مرحوم) مجتہد اور متولی شمس العلماء مولانا جناب سید محمد حسین عرف علن صاحب قبلہ مجتہد اور منصرم (سکرٹری) مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد

اور نائب منصرم مولوی سید علی غضنفر صاحب مقرر ہوئے۔ اس زمانہ میں اس کی مخالفت محسن الملک سید مہدی علی خاں صاحب، بدرالدین طیب جی جسٹس بہمنی، سر آغا خان صاحب اور میر سید حسین صاحب بلگرامی جیسی مقتدر ہستیوں نے کی مگر یہ انجمن اپنا کام کرتی رہی اور اس کی بڑی غرض یہ تھی کہ آزاد خیالی کو بڑھنے نہ دے۔ اس انجمن نے ایک خاص عربی مدرسہ کی بنیاد لکھنؤ میں ڈالی اور پیش نماز و واعظین کا تقرر اس کی جانب سے ہوا یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء میں جب ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس لکھنؤ میں ہونے لگا اس وقت بذریعہ تحریرات و فتاویٰ علماء نے اعلان کیا کہ جب تک علی گڑھ میں تعلیم دینی کا پورا بندوبست شریعت کے موافق نہ ہو جائے علی گڑھ کالج میں کسی شیعہ کو روپیہ نہ دینا چاہیے۔ اس پر اخبارات نے علماء کے خلاف سخت سے سخت مضامین لکھے۔ زمانہ نے خیالات میں کچھ عجیب مد و جزر کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قومی مفاد کے لیے یہ قرار پایا کہ انجمن صدر الصدور کے سالانہ جلسہ لکھنؤ سے باہر کانفرنس کی صورت میں منعقد ہوا کریں اس بارے میں اور اراکین شیعہ اور خود حضرات علماء میں اختلاف پیدا ہوا اور بالآخر جدید و قدیم تعلیم یافتہ حضرات نے قومی مفاد کے لیے ملکر مدتوں غور کیا اس میں خصوصیت سے مرزا محمد ہادی رسوا صاحب مرحوم، خواجہ غلام الثقلین مرحوم اور خود مولانا آقا حسن صاحب قبلہ نے گہری دلچسپی لی اور ان لوگوں نے انجمن صدر الصدور کی صورت بدل کر مذاق زمانہ کے موافق ایک کانفرنس کی بنا

ڈالنے کا تہیہ کیا اور اس کا ایک ڈھانچہ مرتب کیا۔۔۔۔۔

اور پہلا جلسہ ۶ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو رفاہ عام کلب کی عمارت میں بمقام لکھنؤ منعقد ہوا اور اس میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کی بنا پڑی اور انجمن صدر الصدور اسی میں فنا ہو کر معدوم ہو گئی یا یوں کہئے کہ وہ مشکل بہ صورت کانفرنس ہو گئی۔ یہ سب سے بڑی انجمن ہے جسے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ تمام ملک خصوصاً قریہ اور دیہات میں شیعہ مجتہدین کا کافی اثر تھا۔ انگریزی دانوں میں بیشتر حضرات کے قلوب کی چاہے جو حالت رہی ہو مگر بظاہر سب کے سب علماء پرست تھے۔ جدید اور قدیم تعلیم یافتہ حضرات ایک صورت میں نظر آتے تھے لیکن آزادی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ بعض بعض حضرات کے طرز عمل سے حضرات علماء اور بعض علماء کی بعض باتوں سے بعض تعلیم یافتہ حضرات کو شکایت پیدا ہو چکی تھی۔ مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد نے سوچ کر جدید تعلیم یافتہ کو پرانے خیال والوں سے ملانے کی بہتر صورت یہ نکالی کہ انجمن کا اجلاس کانفرنس کی شکل میں ہو اور اس کی تشکیل اور تنظیم میں خواجہ غلام الثقلین مرحوم اور ڈاکٹر مرزا محمد ہادی رسوٰا مرحوم نے پوری مدد دی۔ ابتداءً اس انجمن صدر الصدور (یا اسے شیعہ کانفرنس کہہ لیجئے) کے قواعد قریب قریب وہی تھے جو مولانا آقا حسن صاحب قبلہ نے مرتب کئے تھے۔“

۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں انجمن صدر الصدور
وکانفرنس امامیہ اثنا عشریہ کا نام آل انڈیا شیعہ کانفرنس کر دیا
گیا جس کے آہستہ آہستہ بہت سے شعبے قائم ہوئے مثلاً:

- ۱۔ آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ
- ۲۔ شیعہ کالج
- ۳۔ شیعہ بورڈنگ ہاؤس
- ۴۔ وظائف فنڈ
- ۵۔ صیغہ اوقاف
- ۶۔ انجمن تحفظ مآثر متبرکہ
- ۷۔ دارالترجمہ
- ۸۔ دارالذکر
- ۹۔ سرفراز مینیٹنگ بورڈ (جس کے تحت سرفراز اخبار جاری ہوا اور سرفراز قومی پریس و سرفراز قومی بکڈ پو قانم ہوئے)

۱۰۔ لسان القوم صفی دار المطالعة ولا تبیری
۱۱۔ قومی گھر آل انڈیا شیعہ کانفرنس نادان محل
اجلاس چہل آل انڈیا شیعہ کانفرنس منعقدہ
۲۸/۲۹ دسمبر ۱۹۵۵ء بمقام میرٹھ حجۃ الاسلام والمسلمین
تقدس مآب سرکار عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین نقوی
صاحب قبلہ مجتہد نے خطبہ صدارت میں فرمایا: ”آج میں
جس کانفرنس کے فرائض صدارت انجام دینے کے واسطے
حاضر ہوا ہوں اس کانفرنس نے اور میں نے ایک ہی آغوش
میں پرورش پائی۔ منزل تربیت ایک تھی، مرکز نشوونما ایک تھا
یعنی میرے والد مرحوم حضرت قدوة العلماء مولانا سید آقا
حسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے ۱۹۰۷ء

میں اس کانفرنس کی بنیاد رکھی اور سرکارِ پنجم الملت اور سرکارِ ناصر الملت طاب ثرا ہما نے اس کے استحکام میں ہر

چیزیں خدا کے فضل سے اب تک موجود ہیں اور بعض ختم ہو گئیں۔“

اسی اجلاس میں حضرت مائی جاسی نے اپنی معرکہ آرا نظم پڑھی جو حد درجہ مقبول ہوئی۔ نظم کے صرف چار بند ضرورتاً پیش کئے جاتے ہیں۔

ایک حالت پر نہیں رہتا ہے کاروبارِ دہر
نت نئی تعمیر میں مصروف ہے معمارِ دہر
منحنی ہے ابتدا ہی سے خط رفتارِ دہر
حادثوں کے دائرے ہیں گردشِ پرکارِ دہر
ہو تیر عقل کو نقشہ بدل جاتا ہے یوں

عہد ماضی حال کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے یوں
یاد ہے کب اس ادارہ کی ہوئی تھی ابتدا
کس نے ڈالی اور کس مقصد سے ڈالی تھی بنا
کیسے یہ پودا اگا کیسے ہوئی نشو و نما
کس نے بہر آبیاری خون پانی کر دیا
دیکھو تو قیامِ دوام سید آقا حسن

زینت عنوان ہے نام سید آقا حسن
قوم کے افراد میں دیکھا جب اس نے انتشار
تل گیا شیرازہ بندی پر بعزم استوار
آئے راہ سعی میں کتنے ہی دشت و کوہسار
روندا بڑھتا گیا لیکن یہ حمکین و وقار
جب پئے اصلاح حاجت تھی امام عصرؑ کی
آکے نائب نے نیابت کی امام عصرؑ کی

کوشش صرف فرمائی۔ مجھ کو وہ وقت یاد ہے جب اس کا نام انجمن صدر الصدور کانفرنس امامیہ اثنا عشریہ تھا۔ آج تو دنیائے شیعیت علماء کو تنگ نظر، قدامت پسند، سیاست سے بے خبر سبھی کچھ کہنے پر تیار ہے مگر آپ یاد رکھیں کہ یہ بزم شوریٰ، یہ محدود جمہوریت کا مرکز علمائے مذہب کے ذہن رسا کی ایجاد و اختراع ہے۔ جس وقت فدایانِ طرز جدید بالکل خاموش اور بے خبر تھے اس وقت عالمانِ دین ہی نے ضروریاتِ زمانہ کو محسوس کرتے ہوئے کانفرنس کی تشکیل کی، علماء ہی نے بڑھایا، کامیاب بنایا، اس شجر کی آبیاری کر کے قابلِ برگ و بار بنا دیا اور آپ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را پہلے ہی جلسہ میں اس کا نام مختصر کر کے آل انڈیا شیعہ کانفرنس قرار دیا گیا جو آج زبانِ زدِ خاص و عام ہے۔

اس کانفرنس نے عالم رنگ و بو میں آنکھ کھولتے ہی دینی و دنیاوی میدان میں عملی اقدامات شروع کر دیئے واعظین و مبلغین معین کئے گئے جو تمام ہندوستان میں دورہ کر کے قوم کی دینی و دنیاوی خدمات انجام دیں۔ دار التالیف اور دار ترجمہ قائم کیا گیا۔ شیعوں کی اقتصادی اصلاح کے پروگرام بنائے گئے۔ شیعہ شوگر فیکٹری کا افتتاح کیا گیا۔ ابتدائی تعلیم کا مدرسہ قائم کیا گیا۔ دارالمطالعہ کھولا گیا، طلبہ کے وظائف جاری کرنے کی تحریک پیش ہوئی اور وظائف دیے گئے۔ یتیم خانہ بھی اسی دور کی بنیاد ہے اور شیعہ کالج جو آج محلِ مچل کے آغوشِ مادر سے باہر نکلنا چاہتا ہے وہ بھی اسی ایک اصل کی فرع ہے۔ ان میں سے بعض

کا یہاں منعقد ہونا اپنے مرکز کی طرف پلٹنا کہا جاسکتا ہے اور اس امامباڑہ میں جو غفرانمآبؑ کے نام سے ہے اور بھی مناسب ہے اس لئے اسی خاندان کی اس ممتاز ہستی کے ہاتھ اس کانفرنس کی بنیاد پڑی جنہیں ہم سب قدوة العلماء کے نام سے آج بھی یاد کرتے ہیں۔“

۵۔ شیعہ کالج لکھنؤ

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ آقائے قوم انجمن صدر الصدور کے جلسوں ہی میں ایک کالج کی تجویز رکھ چکے ہیں اور مولانا کے مطبوعہ تقاریر سے ثابت ہے کہ موصوف مستقلاً علی گڑھ کالج کے طرز پر ایک شیعہ کالج کے قیام کی تحریک چلاتے رہے ہیں۔ جس نے عملی جامہ آپ کی بنا کردہ انجمن ”آل انڈیا شیعہ کانفرنس“ میں پہنا۔

کانفرنس کے جنرل سکریٹری مولانا سید علی غضنفر نقوی اجتہادی صاحب اجلاس ہشتم اکتوبر ۱۹۱۴ء کی رپورٹ میں لکھتے ہیں کہ ”اور بالآخر اجلاس ہفتم نے انتہائے جدوجہد کے بعد حسب ذیل ریزولیشن پاس کیا ریزولیشن نمبر ۶۔ یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ ایک شیعہ اسکول کی ابتدا کی جائے اور اس کو بتدریج ایک کالج کی حد تک پہنچایا جائے۔ محرک: جناب مولوی شیخ مہدی حسین ناصری (بی۔ اے۔)“

مؤید: جناب سید غلام مرتضیٰ صاحب (بی۔ اے۔)
مؤید ثانی: مولانا سید علی گوہر اجتہادی صاحب
اسکول کے لیے ڈھائی لاکھ اور کالج کے لئے

ہے وہ پابندہ اثر آقا حسن کے نام میں آج تک باقی ہے جو اس گردش ایام میں لکھنؤ کی سرزمین لائی گئی تھی کام میں تھا رفاہ قوم کا نقشہ رفاہ عام میں یاد ہے اس بزم کی بنیاد کی بات آج تک میری نظروں میں ہے سن انیس سو سات آج تک

آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۹۰۷ء میں انجمن رفاہ عام لکھنؤ کی عمارت میں منعقد ہوا تھا وہ تاریخی اجلاس قدوة العلماء ہی نے طلب کیا تھا اجلاس کی صدارت سرکار نجم الملت طاب ثراہ نے فرمائی تھی اور صدارت مجلس استقبالیہ کے فرائض خود بانئ کانفرنس نے انجام دیئے تھے۔ عرصہ بعد اس سے ملتا جلتا منظر تب لوگوں نے دیکھا جب آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا چوالیسواں شاندار نمائندہ اجلاس حسینہ غفرانمآبؑ (جہاں بانئ کانفرنس قدوة العلماء زیر خاک آرام فرما ہیں۔) میں ۱۱/۱۲ اپریل ۱۹۶۴ء کو منعقد ہوا۔ صدر جلسہ قائد اکبر جناب سیٹھ بھائی لال جی منتخب ہوئے اور جس کی مجلس استقبالیہ کی صدارت کے لئے ذاکر شام غریباں سرکار صفوة العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ رحمت مآب کا انتخاب عمل میں آیا تھا۔

اس اجلاس میں نواب خجمل حسین خان صاحب سابق صدر آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا بیان تھا (جو سرفراز کانفرنس نمبر جون ۱۹۶۴ء میں دیکھا جاسکتا ہے) کہ لکھنؤ ہمیشہ شیعیت کا مرکز سمجھا گیا ہے اس لئے آج پھر اس کانفرنس

ساڑھے بارہ لاکھ کا سرمایہ تجویز کیا گیا۔

کانفرنس کے سکریٹری صاحب نے تخمینہ و سرمایہ شیعہ کالج (مداخل و مخارج) پیش کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ علاوہ مصارف مذکورہ بالا کے مبلغ ۲۲۰ روپیہ سالانہ ترقی کرنا ہوں گے۔ جو رفتہ رفتہ فیس اور بچت سے نکلتے چلے آئیں گے اور بچت کی رقم خارج کر دی جائے تو غالباً آٹھ لاکھ روپیہ اصل سرمایہ میں رکھنا ہوگا۔

یہ ہیں وہ اخراجات جن کا تصور ایک نہایت ہیبت ناک بڑی بڑی آنکھوں والے سیاہ فام عفریت کی صورت میں پیش ہو کر ہمتوں کو پست اور بڑھتے ہوئے قدموں کو پیچھے ہٹاتا ہے اور سمجھا دیا جاتا ہے کہ اسکول اور کالج کا خیال تو اچھا ہے لیکن تمہاری قوم کے پاس روپیہ نہیں ہے اس لیے اس ارادہ سے دوسری قومیں تم پر خندہ زن ہوں گی اور تم دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہ جاؤ گے۔ اور جو ہمدردان قوم ہمت بڑھاتے اور قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ہدایت کرتے ہیں ان کی نقلیں کی جاتی ہیں، ان کا مضحکہ اڑایا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ استقدر قلیل مصارف قوم کیوں برداشت نہیں کر سکتی۔ زمانہ حال کے طریقے پر چندہ کر کے یہ معمولی سرمایہ کیوں نہیں جمع کیا جاسکتا۔ بحمد اللہ مجموعی حیثیت سے قوم مفلس نہیں ہے۔ بقول ایک عالم کے کہ ”یہ قوم وہ قوم ہے جس نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دوسروں کے بوجھ اٹھائے ہیں اور جب تک یہ ہاتھ نہیں لگے ان کے ہاتھ باوجود قوی دکھائی دینے کے بیکار ثابت ہوتے رہے کیونکہ وہ نفس الامر

میں بیکار تھے۔ جس وقت معمار ملت قدوہ العلماء جناب مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد نے شیعہ کانفرنس قائم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا اور راقم نے اس غرض کی تکمیل کے لیے گدائی اختیار کی تو ہر طرف سے یہی صدا بلند تھی کہ یہ ناممکن ہے۔ ہرگز ہم کانفرنس نہیں قائم کر سکتے لیکن میں نے ہمت نہ ہاری اور کانفرنس قائم ہو گئی جس کے ساتویں اجلاس نے کالج قائم کرنے کے لیے ریزولیشن پاس کرنے کی جرأت کی جو انشاء اللہ قائم ہو کر رہے گا۔

اسی طرح وظائف طلبہ نادار، یتیم خانہ، بورڈنگ ہاؤس اور دارالترجمہ وغیرہ ایسا مہیب دکھایا گیا تھا جس نے راتوں کی نیند اڑا دی تھی لیکن جس وقت ہمت باندھی اور خداوند عالم پر بھروسہ کیا تو کسی قسم کی زحمت نہ ہوئی۔

ڈاکٹر مرزا محمد ہادی صاحب رسوا پروفیسر کرشنچین کالج لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں کہ ”میں نے اسکول اور کالج کی اسکیم مرتبہ مولانا سید علی غنفر صاحب جنرل سکریٹری شیعہ کالج کو تفصیل دیکھا۔ اسکول کے لیے یہ تخمینہ انشاء اللہ کافی ہوگا اور دینیات و عربی طلبہ کے لیے جو اسپیشل کلاس تجویز کیا گیا ہے وہ ضروری ہے۔ اس زمانہ میں دینی اغراض سے بھی جدید معلومات کا ہونا ضروری ہے بشرطیکہ یہ نیت ہو اور اس پر عمل ہو۔ اگرچہ جی یہ چاہتا ہے کہ اس سے زیادہ بڑے پیمانہ پر شیعہ کالج ہوتا لیکن بالفعل اسی پر قناعت کرنا بہر صورت اولیٰ ہے۔ خدا کرے کہ یہ کام بہت جلد انجام کو پہنچے کیونکہ خدا نخواستہ اگر یہ کام اس میں نہ ہوا جبکہ دلوں میں درد دین باقی ہے تو پھر خدا ہی حافظ ہے۔

خداوند تعالیٰ سید علی غضنفر صاحب کو جزائے خیر دے کہ وہ اس کام میں السابقون السابقون کے مصداق ہیں مگر اس بات پر نظر کر کے دیگر حضرات مدد سے دست کشی اور پہلو تہی نہ فرمائیں بالآخر یہ قومی کام بلکہ دینی کام ہے۔

المرقوم ۲۷ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

ادیب العصر فاضل نبیل شفیق المعظم چودھری سبط محمد نقوی صاحب مولانا علی غضنفر صاحب کو قدوة العلماء کا سماجیات میں دست و بازو مانتے ہیں۔ ادیب العصر اپنے ایک مضمون میں علی غضنفر صاحب کے لیے تحریر فرماتے ہیں کہ ”موصوف فعال آدمی تھے اور تاریخ خاندان اجتہاد پر بہت کام کیا، ان کے فعال ہونے کی شہادت تو انجمن صدر الصدور امامیہ، شیعہ کانفرنس اور شیعہ یتیم خانہ نیز شیعہ کالج کی تاریخ میں پھیلی ہوئی ہے۔ میرا حافظہ اگر خطا نہیں کر رہا ہے تو میرا خیال ہے کہ وہ انجمن اور کانفرنس دونوں کے اولین سکریٹری اور شیعہ یتیم خانہ کے بھی ابتدائی سکریٹری تھے۔“ اجلاس ہشتم میں مولانا علی نقی صفی لکھنوی مرحوم نے جو مسدس قیام شیعہ کالج کی منظوری کے بعد خوش پر کر پڑھا اس کے چند بند نذر ناظرین ہیں:

ہمصفیران چمن ملتا نہیں جن کا مزاج

وہ بھی ہم آواز ہوں اس کی ہمیں کیا احتیاج

بن پڑے گا جس طرح کر لیں گے ہم اپنا علاج

کہہ چکا ہوں پیشتر بھی اور پھر کہتا ہوں آج

منزلت قوموں میں کچھ یہ قوم اس دن پائے گی
دولت تعلیم جس دن عام کر دی جائے گی
مژدہ کالج کاسنایا ساقیا انعام دے
مدتوں پھرتا رہا سراب ذرا آرام دے
جب دماغ و دل تھکے ہوں کیا طبیعت کام دے
مجھ سے لے صد ہا دعائیں بھر کے لیکن جام دے
میکدے سے اٹھ کے میکش مدرسے تک جائیں گے

امتحان قومیت دے کر وظیفے پائیں گے
جلد ہاں ساقی نصاب میکشی تیار ہو
مے وہ مے بدست بھی پی کر جسے ہشیار ہو
جام زریں کی کھنک سے قوم خود بیدار ہو
یہ خبر ہندوستان میں مشتہر اک بار ہو
قوم کی بہبود پر شیعوں کا فرقہ تل گیا

مدرسہ کالج نماک لکھنؤ میں کھل گیا
لکھنؤ کی سرزمین پر جلد رب ذوالمنن
شیعہ کالج کی بنا ڈالیں عزیزان وطن
پڑھتے ہوں اطفال شیعہ انجمن در انجمن
دیکھ لیں ہم بھی صفی آنکھوں سے وہ رنگیں چمن

قوم کو کچھ فکر ہوا اپنے فروغ نام کی

آرزو نکلے الہی اس دل ناکام کی

جون ۱۹۱۴ء کی کارروائی میں کمیٹیوں نے شیعہ کالج کی کمیٹی بنائی اور ۲۰ لاکھ روپیہ سرمایہ قرار دے کر آرنہیل الحاج نواب سرفتح علی خاں صاحب بہادر قزلباش (تعلقہ انواب گنج علی آباد ضلع بہرائچ و رئیس اعظم لاہور)

کو کالج کا سکریٹری منتخب کیا اور کالج کے کل امور مدوح کے سپرد کر دیئے گئے۔

مولانا سید محمد حسین صاحب نوگانووی طاب ثراہ تذکرہ بے بہانی تاریخ العلماء صفحہ ۶۰ پر رقمطراز ہیں کہ ۱۹۳۱ھ میں آپ (قدوة العلماء) نے انجمن صدر الصدور قائم کی جو ۱۳۲۳ھ میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے نام سے مشہور ہو گئی اور اسی کانفرنس کے اجلاس ہشتم میں شیعہ کالج کا بیڑہ اٹھایا گیا اور اسی کے چندہ کے لئے آپ (قدوة العلماء) اور نواب سرفتح علی خاں رئیس لاہور (مولانا سید علی غضنفر اجتہادی) جنرل سکریٹری کانفرنس جانشہ تشریف لائے۔

صاحب مطلع انوار شیعہ کالج کی تجویز و تحریک کا آپ کو ذمہ دار مانتے ہیں یعنی محرک و تجویز کنندہ قدوة العلماء کو اور اس عظیم ادارہ کے بانی تین افراد یعنی خطیب اعظم شمس العلماء مولانا سید سبط حسن نقوی فاطر جاسی، الحاج نواب سرفتح علی خان صاحب کربلائی تعلقدار نواب گنج علی آباد بہرائچ و رئیس اعظم لاہور اور نواب حامد علی خاں صاحب آف رامپور کو مانتے ہیں اگرچہ تجویز و تحریک کے علاوہ قدوة العلماء نے (جو اصل کالج کے تنہا بانی تھے) شیعہ کالج کی دامے، قلمے، سخنے، قدمے خدمت کی۔ اور حالات و واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ کالج کو موصوف کی ہر اعتبار سے سرپرستی و نگرانی حاصل تھی۔

ادیب اعظم مولانا سید محمد باقر شمس لکھنوی ”تاریخ لکھنؤ“ حصہ اول کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھتے ہیں کہ ”مولانا آقا

حسن صاحب قبلہ معقولات میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ قومی قیادت کی بھی ان میں بڑی صلاحیت تھی، انہوں نے شیعہ قوم کو ایک نئی زندگی بخشی۔ ان کا قومی پلیٹ فارم قائم کیا، شیعہ کانفرنس، شیعہ یتیم خانہ اور شیعہ کالج کی بنیاد ڈالی اخبار اور پریس قائم کر کے بیداری کی لہر دوڑادی۔“

قدوة العلماء شیعہ کالج تحریک کے محرک و نگران اور کالج کے لئے ایک بانی کی حیثیت رکھتے تھے لسان الشعراء سید مجاور حسین تمنا مرحوم نے جو قطعہ تاریخ تعمیر شیعہ کالج تصنیف فرمایا ہے اس سے اذہان کافی حد تک بناء شیعہ کالج کی حقیقت سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

لکھنؤ میں یہ عمارت بن گئی جس روز سے
قوم کی ہر فرد کے قلب و جگر کو چین ہے
کام پورا کیوں نہ ہوتا سر پہ تھے آقا حسن
خدمت مخلوق جن کا خاص نصب العین ہے
جن کے اخلاص عمل نے قوم کو دی زندگی
ہر قدم جنکا ترقی کے لئے بچپن ہے
یہ تمنا عیسوی میں سال ہے تعمیر کا
شیعہ کالج روضہ ہائے شاہ کے مابین ہے

۱۹۲۰ء

آقائے قوم کے ایک خاص حبیب مکرم العلماء مولانا سید سجاد حسن زیدی مجتہد طور جو پوری (نانپارہ) نے بھی شیعہ کالج کی جو تاریخ تحریر فرمائی ہے۔ مندرجہ ذیل ہے:

زافنتاح شیعہ کالج - گشت تاریخ آشکار

۱۳۳۶ھ

عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب نے آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے چالیسویں اجلاس میں بمقام میرٹھ خطبہ صدارت میں فرمایا تھا: ”اگرچہ یہ شیعہ کالج کانفرنس سے دامن کش ہے اور اپنے کو کانفرنس کا ماتحت نہیں سمجھتا یہاں تک کہ کانفرنس کے جلسہ میں اپنی سالانہ رپورٹ بھی نہیں پیش کرتا لیکن ماں باپ کو جو محبت اولاد سے ہوتی ہے وہ محبت اولاد کو ماں باپ سے نہیں ہوتی اس لئے کالج شیعہ کانفرنس سے کتنا ہی بے فکر کیوں نہ رہے لیکن کانفرنس تو اس کی خیر اندیش ہی رہے گی اس لئے ضروری ہے کہ جہاں ہم اس جلسہ میں اور تمام چیزوں پر غور کریں وہاں شیعہ کالج سے بھی بے فکر نہ رہیں۔“

۶۔ آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ

قدوة العلماء اپنی تحریک دینداری و بیداری کی ابتدا ہی سے ایٹام و بیوگان و مساکین کے ایک کفیل کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔ اور اسی تحریک کے تحت شیعہ یتیم خانہ کے سلسلے میں تحریک چلاتے رہے اور اپنے شریعت کدہ پر اور ایک دوسرے مکان میں چند یتیمی کے قیام و طعام کا انتظام کرتے رہے۔ آخر انکی آرزو پوری ہی ہوئی کہ ۱۹۱۲ء میں شیعہ یتیم خانہ قائم ہوا۔

”کانفرنس نمبر“ سرفراز لکھنؤ مئی ۱۹۳۷ء صفحہ ۲۶ پر رپورٹ آل انڈیا شیعہ یتیم خانہ لکھنؤ میں سید غلام حسنین نقوی ایڈوکیٹ رفرن ہیں کہ ”ابھرتے ہوئے سورج کی

کرنوں کی آغوش میں اس عظیم الشان ادارہ کی بنیاد دو بچوں کے ساتھ گلی شاہ چھڑا کے ایک ٹوٹے مکان میں پڑی۔ عالیجناب مولانا مولوی سید آقا حسن صاحب قبلہ مرحوم مجتہد کے دست حق پرست نے اس ادارہ کی بنیاد ڈالی تھی اس وقت ادارہ کے پاس عظیم الشان عمارت قیمتی تحمیناً پانچ لاکھ موجود ہے۔“ مولانا آغا مہدی صاحب سوانح حضرت غفرانمآبؒ میں لکھتے ہیں کہ ”قدوة العلماء سید آقا حسن مجتہد شیعہ کانفرنس و شیعہ یتیم خانہ کے بانی تھے۔“ اور ”تاریخ لکھنؤ“ حصہ اول میں مولانا سید محمد باقر شمس نے بھی صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے کہ ”قدوة العلماء ہی نے شیعہ یتیم خانہ کی بنیاد ڈالی۔“

اجلاس ہشتم اکتوبر ۱۹۱۴ء کے صدر جلسہ استقبالیہ نے اپنے بیان میں فرمایا ہے کہ ”شیعہ یتیم خانہ میں اس وقت دو سو سے زائد بچے اپنے دین و مذہب کے موافق تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں اور اگر خدا نخواستہ یہ یتیم خانہ قائم نہ ہوتا تو خدا نہ جانے ان یتیموں کا کیا حشر ہوتا۔ کہنے کو تو یتیم خانہ یتیم اور خانہ دو لفظوں سے مرکب ہے لیکن خیال فرمائیے کہ ان دو سو بچوں کی خوراک، پوشاک، تعلیم و تربیت اور جائے قیام کے بندوبست میں کیا کچھ وقتیں نہ واقع ہوتی ہوں گی اور جن کو مولوی علی غضنفر صاحب ہی کا دل خوب جانتا ہے۔ اسی روداد میں جناب شیخ یوسف حسین خاں صاحب بیرسٹر کی تقریر بھی مطبوع ہے جس کا آخری حصہ ملاحظہ ہو:

”دار الیتامی کے بارے میں جناب سکریٹری

۱۳۲۸ھ میں حسینیہ غفرانمآب^{۲۷} لکھنؤ میں ہوا جس کے بانی

اس مدرسہ میں دینی و دنیاوی تعلیم کا انتظام تھا یعنی انگریزی، دینیات، عربی اور فارسی کے ساتھ صنعت و حرفت کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بانی قدوة العلماء تھے۔

حضرات بیرونجات برائے اقامت جمعہ و جماعت و بیان مسائل واجبات و محرمات سفر کرنے لگے۔

۱۰۔ ماہنامہ ابلاغ

اس ماہنامہ کو قدوة العلماء آقائے قوم

نے جمادی الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق نومبر ۱۹۲۸ء میں جاری کیا۔

ماہنامہ ابلاغ تبلیغ دین و دینیات، اشاعت مسائل و مضامین علمی و تاریخی، حمایت دین و علماء اور ترسیل اخبار و حالات شیعہ بیت المال مع آمدنی و خرچ کے زیر حمایت جناب عہدۃ العلماء ذاکر شام غریباں مولانا السید کلب حسین صاحب نقوی مجتہد ناظر شیعہ بیت المال ابن العلامة الفہامۃ قدوة العلماء مولانا السید آقا حسن صاحب قبلہ مجتہد متولی شیعہ بیت المال وزیر ادارت عہدۃ الفضلاء الشانین و زبدۃ الذاکرین والو اعظین مولانا سید سبط محمد ہادی نقوی عرف کلن صاحب قبلہ خلف الصدق حضرت عماد العلماء فقیہ اہلبیت مولانا السید مصطفیٰ صاحب قبلہ مجتہد اعظم ہند مطبع عماد الاسلام میں چھپ کر دفتر شیعہ بیت المال جوہری محلہ ڈاکخانہ چوک لکھنؤ سے شائع ہوا۔

بعد قدوة العلماء اسی شیعہ بیت المال سے متعلق ایک شعبہ ”شیعہ تنظیم و حفاظت نو مسلمین“ عہدۃ العلماء مولانا السید کلب حسین صاحب قبلہ نے بیا دگار قدوة العلماء قائم کیا تا کہ غیر مسلمین کو دعوت اسلام دی جائے اور جب وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کی ہر ممکن مدد کی جائے۔

قدوة العلماء تھے۔ اس انجمن کا مقصد علماء کی کتابیں شائع کرنا تھا چنانچہ مذہبی کتابیں شائع ہوئیں مگر اہم کام عماد الاسلام (مصفیٰ غفر انما ب رحمۃ اللہ علیہ) کی تین جلدوں کی اشاعت ہے۔

۱۰۔ شیعہ بیت المال لکھنؤ

شیعہ بیت المال مرکز دینی تمام امور معاد و معاش شیعیان اشاعہ شری کی اصلاح و ترقی کے لیے قدوة العلماء اعلیٰ اللہ مقامہ نے قائم کیا۔ اس کام میں قدوة العلماء کے معین و مددگار جناب قبلہ و کعبہ مولانا سید امجد حسین الہ آبادی صاحب، جناب قبلہ و کعبہ خطیب اعظم شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب، جناب قبلہ و کعبہ شمس العلماء ناصر الملت مولانا سید نجم الحسن صاحب جیسے علماء کرام تھے۔

اغراض و مقاصد شیعہ بیت المال:

۱۔ امریکن مشن کی طرح تمام شہروں قصبوں اور گاؤں میں مدارس دینیہ قائم کئے جائیں واعظین و پیشماز مقرر کئے جائیں۔

۲۔ یتیم خانے اور بیوہ خانے بحسب گنجائش قائم کیے جائیں۔

۳۔ علمی و مذہبی ماہنامہ کی اشاعت ہو۔

شیعہ بیت المال کے قیام کو کچھ ہی زمانہ گزرا تھا کہ ایک مدرسہ دینیہ لکھنؤ میں بمقام نواز گنج قائم ہوا جس میں مولانا سید محمد صاحب کا بحیثیت مدرس تقرر ہوا۔ ساتھ ہی بعض نادار طلبہ و نادار ایتام کی اعانت اور کچھ نادار طلبہ و ایتام اور بیواؤں کی پرورش بھی شروع ہو گئی۔ اور پیشماز

حج و زیارات عتبات عالیات:

قدوة العلماء تین بار زیارات عتبات عالیات کے لئے سفر کر چکے تھے۔ چوتھا سفر آپ نے ۱۳۴۵ھ میں کیا اور زیارات مشہد مقدس و کربلائے معلیٰ و نجف اشرف و سامرہ و کاظمین و حج بیت اللہ و زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہو کر ۱۳۶۶ھ میں لکھنؤ واپس تشریف لائے۔

شاعری:

قدوة العلماء مصر و فیتوں کے ہجوم میں کبھی کبھی شاعری بھی کر لیتے تھے۔ نمونہ کے طور پر چند فارسی وارد میں اشعار حاضر ہیں:

سلام بدرگاہ عرش اشتباہ حضرت ضامن ثامن امام
علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام

السلام اے قبۃ ات ہمایہ عرش بریں
السلام اے روضۃ ات چوں کعبہ بہر مومنین
السلام اے بارگاہت قبلۃ اہل یقین
السلام اے خاصۃ یزداں امام المتقین
عالم علم لدنی مثل آبائے کرام
السلام اے جد تو استاد جبریل امیں
اے امام ضامن و ثامن ملقب با رضا
السلام اے آں کہ ہمنام امیر المومنین
اے کہ حبّ تو بود اجر رسالت بیگماں
آیت خاص مودت زیب قرآن میں
اے کہ از تو رونق بازار دین مصطفیٰ
السلام اے نائب فرزند ختم المرسلین

اے شہ دنیا و دیں بر اکمل عاصی نگر
حاجت او کن روا اے بادشاہ مومنین
منقبت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہما السلام
نہیں سائل کوئی پھرا ہے باب حیدر سے
شواہد اس کے ملتے ہیں کلام خاص داور سے
ہیں شاہد ہل اتی کی آیتیں ایثار بیحد پر
سختاوت اونٹوں کی ادنیٰ ہے پوچھو جا کے قنبر سے
در حیدر کی درباری شہنشاہی سے بہتر ہے
بھلا جمشید اور دارا کو کیا نسبت ہے قنبر سے
شجاعت اور فنون جنگ میں بے مثل و بے مانند
کیا حارث کو اور مرحب کو دو ٹکڑے برابر سے
اگر انصاف و قوت دیکھنا ہو آؤ خیبر میں
در خیبر کو بانٹا آپ نے کیا برابر سے
کروں حج اور زیارت سب مشاہد کی میسر ہو
دعا مقبول ہو اکمل کی یارب حبّ حیدر سے

قدوة العلماء کے نوحوں کے چند شعر

آئی شب ضربت جو امام دوسرا کی
حالت ہوئی تغیر شہ عقد کشا کی
مدینے سے شہ کربلا جارہے ہیں
زیارت کو سب اہل شہر آرہے ہیں
دعا مانگیں بخشش کی کس منہ سے اکمل
ہم اپنے گناہوں سے شر مار رہے ہیں

آقائے قوم علماء و شعراء کی نظر میں

صاحب مطلع انوار مولانا الحاج سید مرتضیٰ حسین صاحب رقم سنخ ہیں کہ ”مولانا بڑے فعال، بیدار مغز اور اصلاح پسند تھے۔ طلباء سے محبت فرماتے تھے ہیئت میں مدرس کامل سمجھے جاتے تھے۔ وہ بے حد مصروف تھے مثلاً مسجد آصف الدولہ میں نماز جمعہ وعیدین، نواب میر اصغر حسین صاحب (نرہی) کے مینیجر۔ ۱۹۰۹ء سے وقف فخر الدین حسین (بہار) کے مختار تھے۔ پورے ملک سے مسائل کی دریافت و سوال و جواب اس کے باوجود انہوں نے ملک گیر ترقی کے لئے قومی حقوق و فرائض کا جائزہ لینے اور جدید رجحانات سے ہم آہنگ ہونے کی خاطر ۱۹۳۱ء میں انجمن صدر الصدور قائم کی جو ۱۹۳۳ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے نام سے موسوم ہوئی۔“

علامہ مجتبیٰ حسین کامونپوری صاحب قبلہ عمدۃ العلماء نمبر ”پیام نو“ لکھنؤ کے صفحہ ۲۶ پر لکھتے ہیں ”قدوة العلماء مولانا آقا حسن صاحب ۱۲۸۲ھ میں لکھنؤ میں پیدا ہوئے علماء خاندان اجتہاد سے تحصیل کی۔ مسجد آصفی میں امام جمعہ وعیدین مقرر ہوئے۔ سماجی ذہن پایا تھا، قومیات میں دلچسپی لی۔ ۱۹۳۱ء میں انجمن صدر الصدور قائم کی اور ۱۹۳۳ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس۔ ۱۹۳۸ء میں انجمن یادگار علماء قائم کی جس سے عماد الاسلام کی تین جلدیں شائع ہوئی۔ ”معالم“ اور ”الناطق“ اخبار نکالے۔ ۱۹۳۸ء میں وفات ہوئی۔ خاندان کی سرپرستی، غریبوں کی مدد، وضع کی

بانو کہتی تھی مرا راج دلارا نہ پھرا

کس گھڑی لال مرارن کو سدھارا نہ پھرا

قدوة العلماء نے سید الواعظین امیر الشعراء مولانا سید وجاہت حسین نقوی ناظم اجتہادی کی تاریخ وفات اس طرح کہی ہے:

کل تو آئے تھے عیادت کو مری

دفعاً مر گئے ناظم کیسے

۱۹۲۵ء

اولاد:

۱۔ ذاکر شام غریباں عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین نقوی صاحب مجتہد طاب ثراہ
۲۔ نوری بی بی صاحبہ مرحوم (لا ولد)

تصنیفات:

۱۔ رسالة جزمان الزوجة عن العقار (فقہ استدلالی، عربی)
۲۔ رسالہ غسل واجب لنفسہ ہے یا واجب لغيرہ ہے۔

۳۔ ترجمہ عماد الاسلام (یہ ترجمہ کچھ اجزا کا ہے)

۴۔ تفسیر قرآن (نامکمل)

۵۔ مجموعہ فتاویٰ

وفات حسرت آیات:

جناب قدوة العلماء نے پچھنبہ ۱۲ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۷ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ کو رحلت فرمائی اور حسینہ غفرانمآب میں مدفون ہوئے۔

سادگی، قومیات سے دلچسپی سے آپ کا حلقہ اثر بہت وسیع ہو گیا تھا۔ آپ نے اپنے بعد اپنا ہی جیسا ایک فرزند چھوڑا جس نے اپنے قومی خدمات اور مقبول خطابت سے اپنے باپ کا نام روشن کیا۔“

بندہ کے کرم فرما فاضل نبیل ادیب بے عدیل چودھری سبط محمد نقوی صاحب قبلہ اپنے مضمون ”رحمت مآب خانوادہ اجتہاد کا ایک منارہ نور“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”قدوة العلماء کو قدرت نے زبردست سماجی شعور و انتظامی و تنظیمی صلاحیتیں ارزانی کی تھیں۔ اس عالمانہ زندگی کے باوجود اپنے خالہ زاد بھائی نواب مولوی میر اصغر حسین صاحب (نرہی) کی ریاست کا انتظام فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ غالباً عماد العلماء کی رحلت کے بعد منقطع ہوا۔

آج آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا جو بھی حال ہو اس کی بنیاد انجمن صدر الصدور و امامیہ اثنا عشریہ کانفرنس ہے جس کی تاسیس قدوة العلماء کے دست حق پرست سے ۱۹۳۱ء میں ہوئی پھر اس کا نام ۱۹۳۳ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس ہوا۔ شیعہ کالج، شیعہ یتیم خانہ سب کا قیام اسی کے پلیٹ فارم سے ہوا۔ ان سب میں قدوة العلماء کی فعالیت سب سے بالاتر رہی۔

انجمن یادگار علماء قائم کی جس نے نشر و اشاعت کا کام کیا۔ جناب غفران مآب کی شہرہ آفاق تصنیف عماد الاسلام کی تین جلدیں اسی کی بدولت طبع ہو سکیں۔ ملت جعفریہ میں آپ کے اعتبار کا یہ عالم تھا کہ حسین گنج (بہار) میں جناب فخر الدین حسین صاحب کا وقف تھا اور تولیت لکھنؤ

کے اس عالم جلیل کو سوچی گئی۔

آپ نے شیعہ بیت المال بھی قائم کیا جس کے تحت ایک مدرسہ بھی قائم ہوا جس میں علوم کے ساتھ فنون صنعت و دست کاری کی بھی تعلیم ہوئی۔ ”معالم“ اور ”الناطق“ نام کے رسالے بھی آپ کی سرپرستی میں جاری ہوئے۔ ان سماجی خدمات میں سرگرم رہنے کے باوصف قلم و قرطاس کو بالائے طاق نہیں رکھا۔ قلمی خدمات بھی یادگار ہیں۔“

علماء و طلاب علوم دینیہ سے قدوة العلماء کی

بے پناہ محبت کا ایک جیتا جاگتا ثبوت

اجلاس ہشتم ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۴ء لکھنؤ کے صبح کے جلسہ میں خان بہادر سید کلب عباس نقوی ایڈوکیٹ نے صدر جلسہ کے بنائے ہوئے صوبہ و صوبہ چہ و تقسیم اور شیعہ آبادی اور علماء کی تعداد کے لحاظ سے جو نقشہ تیار کیا تھا اس کو درست تسلیم کرتے ہوئے اپنی تقسیم کو واپس لیا۔ پھر جناب سید آغا حسن صاحب بیرسٹر نے فرمایا کہ جناب صدر صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے لحاظ سے جو تعداد کل مقرر کی گئی ہے اس میں علماء کی تعداد بہت کم ہے لہذا میں جناب صدر (علامہ حائری) ہی کی رائے کے موافق اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر جناب کلب عباس صاحب نے فرمایا کہ ”چند طالب علم اور بڑھادے جائیں“ اس جملہ سے لوگ ناراض سے ہوئے۔ دوسری تقریر میں کلب عباس صاحب نے فرمایا: ”معزز حاضرین میں نے ابھی ایک جملہ کہا تھا کہ کچھ طلباء اور بڑھادے جائیں چونکہ یہ جملہ بعض حضرات

ایسے ہی عالم پردہ عالم پر باقی رہ جائیں اب میں اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں اور طول سخن کے سلسلے میں معافی کا خواہاں ہوں۔“

مولوی سید علی یاد و صدرا اجتہادی مرحوم

ہم نے دنیا میں ملک صورت انسان دیکھا
ہاں وہ آقا حسن ہادی ایماں دیکھا
جو سنوارا کیا تبلیغ کے بکھرے گیسو
فلسفہ جس کا ہر اک تار گریباں دیکھا
جس کو دنیا میں نہ تھی مسند و قالین سے غرض
خاک پر مملکت علم کا سلطان دیکھا
جس کے پیوند قبا میں تھی ادا پھولوں کی
دل کھنچیں جس کی طرف خود وہ گلستاں دیکھا
جس کے میخانہ تقلید میں اکثر ہم نے
ایک سیلاب صفت مجمع رنداں دیکھا
جس کے اخلاق و کرم کا تھارواں یوں چشمہ
پاس آیا کوئی کافر تو مسلمان دیکھا
تھی یتیموں کی کبھی فکر تو رانڈوں کا خیال
جس کو ہر اک کے لیے درد کا درماں دیکھا
پھیر کر اپنی نظر جلوہ گہہ ہستی سے
جس نے دنیا کو فقط صورت زنداں دیکھا
خشک روٹی پہ قناعت کی دکتی مہریں
جس کو سب نے صفت بوزر و سلماں دیکھا
روح پرور سرقرطاس مسائل جس کے
جن کے الفاظ کے دامن میں گلستاں دیکھا

کونا گوار گذرا لہذا میں اسے واپس لیتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں۔“ جناب سرکار شریعتمدار حضرت قدوة العلماء نے فرمایا: ”آپ نے سخت توہین کی ہے۔ آپ طلاب علم دین کو کیا سمجھتے ہیں“ اس پر کلب عباس صاحب نے کہا ”آپ میرے بزرگ ہیں، میں معافی مانگتا ہوں“ پھر سرکار شریعتمدار قدوة العلماء نے فرمایا: ”مجھ سے نہیں سب لوگوں سے کہیں“ آخر کار خان بہادر سید کلب عباس صاحب نے فرمایا: ”میں سب طالب علموں سے معافی مانگتا ہوں۔“

جلسہ ششم ۲۰ اکتوبر کو خطیب اعظم شیر اودھ مولانا سبط حسن نقوی صاحب اپنی معرکتہ الآراء تقریر کے آخر کلام میں علماء کے سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ”یہ لوگ رہبان نہیں ہیں مگر ان کے صفات مافوق صفات انسانیت ہیں۔ تم ان کو برا کہتے ہو مگر وہ تم کو برا نہیں کہتے، تم ان سے علیحدگی چاہتے ہو مگر وہ تمہاری ہدایت سے کنارہ کشی نہیں کرتے۔ دینی اہانت اگرچہ خفیف ہی کہوں ان سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ نہ انہیں لوم لائم کی پرواہ ہے اور نہ امور دینیہ میں کسی عزیز و حبیب و رقیب کی رعایت، دیکھئے سید کلب عباس کا یہ فقرہ کس قدر طالبان علوم دین کی اہانت کر رہا تھا قدوة العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ کو گوارا نہ ہوا اور انہوں نے اپنے عزیز بھائی کا خیال نہ کر کے کس قدر ان کو تو بیخ فرمائی۔ یہ معنی ہیں اتباع رسول و ائمہ کے اور یہ شان ہے ہمارے علماء کرام کی۔ ہماری بدقسمتی نے زیارت معصوم سے تو ہم کو بے بہرہ کر دیا، دعا فرمائیے کہ یہی اور

صدر یہ مورث اعلیٰ کی دعا کا ہے اثر
ہر زمانے میں ہر اک رہبر ایماں دیکھا
تاقیامت یہ رہے شان الہی قائم
آج تک علم کا جس طرح چراغاں دیکھا
نوائے غم

(ابوالبراعہ علامہ سید ظفر مہدی نقوی گہر جانشی)

حضرت قدوة العلماء اعلیٰ اللہ مقامہ کے انہماک
دینی، قوم پرستی، نفس کشی، کنبہ پروری، خوردنوازی، اخلاق
گستری، خدمت دینی اور جدوجہد علمی سے زمانہ بے خبر نہیں
اگر کوئی دہن اس کا انکار یا کوئی قلم ان صفات کے ضد کا اقرار
کرے تو یہ ایک کفران نعمت اور عظیم کفران نعمت ہوگا۔ آج
کل کے زمانہ میں جب کہ ہوائے ضلالت کا زور اور طوفان
دہریت کا شور ہے، یہ جھلملاتی ہوئی شمع ہدایت اپنی پوری
نور بار طاقت سے راہ ہدایت پر چھوٹ ڈال رہی تھی اور یہ
سفینہ اس تلاطم خیز طغیانی میں تدرہ کے امواج کو چیرتا ہوا صحیح
منزل مقصود پر متمسکین کو پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا کہ دفعتاً
بفجائے ”تجری الرياح بما لا تشتهي السفن“ باد مخالف
کے جھونکوں نے شمع زندگی خاموش کر دی اور وہ آتش غم جو اہل
تشیع کے دلوں میں پنہاں تھی اور جو ہنوز خاموش نہ ہوئی تھی
پھر بھڑک اٹھی۔ درحقیقت واقعہ کی عظمت کو اگر نگاہ غور سے
دیکھا جائے تو یہ وہ چیز ہے جس کا جبر کسرا اگر محال نہیں تو ناممکن
ضرور نظر آتا ہے۔ ہم ان کے پسماندگان کی خدمت میں رسم
دنیا کے لحاظ سے نہیں، بلکہ طریق تعزیت و تسلیہ کو ملحوظ رکھتے
ہوئے یہ چند اشعار بہ حیثیت تعزیت نامہ پیش کرتے ہیں۔

جس نے تصنیف کی دنیا میں گذاریں راتیں
علم سینے میں چراغ تہہ داماں دیکھا
جب کسی چاہنے والے کی مصیبت سن لی
گھر سے باہر صفت زلف پریشاں دیکھا
جس کے دم سے ہیں یہ مذہب کے ادارے زندہ
عہد کا اپنے جسے عیسائی دوراں دیکھا
الفت آل پیمر تھی نہاں رگ رگ میں
قلب کو جلوہ گہر شاہ شہیداں دیکھا
جس نے شبیر کا ماتم کیا بازاروں میں
پا برہنہ نہ تو کبھی باسرعریاں دیکھا
دین حق پر کبھی باطل نے جو نظریں ڈالیں
ہم نے بھرا ہوا یہ شیر نیستاں دیکھا
یاد ہیں صورت مزدور ادائیں اس کی
جس کو دنیائے شریعت کا سلیمان دیکھا
قوم کی ڈوبتی کشتی کو سنبھالا اس نے
جب کبھی سر کو اٹھائے ہوئے طوفاں دیکھا
ڈمگاتے نہ ہواؤں کے تھپیڑوں سے قدم
حدت مہر کو سر پر شرر افشاں دیکھا
لوگ آرام سے سوتے رہے خس خانوں میں
خدمت دیں میں یہ کھویا ہوا انساں دیکھا
صاحب عزم و عمل زینت محراب حرم
اپنے سینے سے لگائے ہوئے قرآن دیکھا
شکر معبود کا خود آج اسی کے گھر میں
ماہ کامل تو کوئی مہر درخشاں دیکھا

قطعه تاریخیہ

بگریست جهان زخون درین سبز خیام
چون ابر بہار و دیدہ ابن حزام
بر مربع علم دین و اثار کمال
کاین رفت بباد و آن بنقض است تمام
بر خاک قدم منہ کہ ز اجساد است
آہستہ خرام بلکہ اے دل مخرام
این قافلہ ز فتنیست از صحن وجود
واللہ مداوک لتلک الایام
کآن بود بوقت صبح خورشید شرف
بنمود میان شام تربت آرام
آن مہر کہ بر سپہر ہستی تیافت
تبدیل مقام کرد و تفویض خیام
بر نقد خلیل و آن نالد
یا چشم پر آب زمزم و رکن و مقام
ایک حرین ماتم و غم دارند
در ہجر رسول و عترت خیر انام
از دوش نبی فرود آمد چو امیر
خوابید بخاک، بعد قلع اصنام
در دہر بماتم حسین ابن علی
دل مضطرب است بچو طیرے درد ام
در ماتم اہل علم نالیم ہے
کانانکہ بشرع و دین نمودند قیام
رفت از چہن جہان کلینی و صدوق

آمد بمفید ہم اجل را پیغام
ذکر علم الہدیٰ بدہر است دلے
مانند رضی رسید در دار سلام
پرواز بخلد کرد ابن طاؤس
تا روح مقدس آمد از موت سہام
از رحلت آملی اہل شد کوتاہ
در ماتم مجلسی بحار است مدام
در بحر علوم صحیحہ دارد عالم
از آل طباطبا است در ما غم عام
در ہند ز آل پاک علامہ عصر
دلدار علی سحر شدہ بعد ظلام
عبرت کدہ جہان ہمین دارد رسم
دنیا است ہمہ رحیل والناس نیام
دیروز بباقرے بد ان ماتم خاص
امروز بقدوہ شد این نوحہ عام
آقا حسن آن فرشتہ خوئے برسبت
رخت از سرد ہرو کرد در خلد مقام
آواز ز قبر او رسید از پئے سال
”افتاد از فوت من، عماد الاسلام“

۱۳۲۸ھ

مولانا عالم حسین صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ

مہر چرخ کمال بدرفتی شد چو در مغرب لحد محبوب
بدل ز ارسال او گفتم آہ آہ آفتاب کرد غروب

۱۹۲۹ء

جناب مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی مرحوم

جناب حجت الاسلام قدوة العلماء
چراغ کعبہ دیں نور ملت بیضا
فقیہ آل محمد خلاصہ دوراں
سپر علم ستون شریعت غرا
اگر ز روئے حسب ہیں نمونہ اسلاف
وگر ز روئے نسب ہیں سلالتہ انجبا
اگر بعلم و عمل ہیں رضی و شیخ و مفید
وگر بخلق حسن ہیں خلاصہ الصلحا
اگر بزہد و ورع ہیں ابوذر و سلمان
وگر بصدق و صفا ہیں سبخل عرفا
بلند کرد ز نیروئے بازوئے ہمت
لوائے فضل و شرف تا بہ گنبد خضرا
فروغ جلوہ رویش بسان شمع طور
ضیائے سینہ پاکش چو سینہ سینا
بہ بست رخت سفر سوئے گلشن فردوس
نبرد منزل پاکش خرابہ دنیا
بفرق تاج زمرہ بہ بر عبائے نور
بہیں شکوہ جمالش بہ جنت الماوا
سریر خلد ز نورش گرفت جلوہ نور
بہشت گشت منور ز طلعت زیا
عزیز مصرع فتش شنید از رضواں
”بہ خلد منبع انوار قدوة العلماء“

۱۳۴۸ھ

جناب سید سیّد حیدر نوی شمیم جاسی

(منجانب انجمن حسینی جاس)

حضرت آقا حسن صاحب فقیہ مؤتمن
جن کے اٹھ جانے سے ویراں ہے فقاہت کا چمن
گو بظاہر ہم سے وہ ایک نفس قدسی اٹھ گیا
دل میں لاکھوں میتیں لیکن لئے ہے انجمن
تھا عجب اوصاف ذاتی کا وہ مالک راہبر
گھر میں اک خاموش عابد بزم میں شمع سخن
امرحق میں سبط اکبر کی طرح اک جانفروش
صلح کل ذاتی مسائل میں ہے وہ مثل حسن
استقدر جو وضع کا پابند تھا کیا ہو گیا
بزم میں آتا نہیں بے چین ہیں اہل وطن
او فرشتہ خو تیری مہماں نوازی کیا ہوئی
بھا گیا کتنا تجھے قرب و جوار بختن
جناب مولوی خادم حسین صاحب قبلہ

اِذَا مَا تَوَيَّ فِي النَّزْرِ فَرَزْدُ عَصْرِ

وَحَيْدُ الزَّمَانِ الْجَلِيلِ الْعَظِيمِ

فَطَارَ أَسْنَى مِنْهُ قَلْبُ الشَّجِيِّ

وَنَاحَ عَلَيْهِ الْحَلِيلُ الْحَمِيمِ

فَحِينَئِذٍ قُلْتُ حُزْنًا وَغَمًّا

لَهُ الْيَوْمَ فِي الْخُلْدِ أَجْزُ كَرِيمِ

۱۳۴۸ھ

